بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی

شرف أصحاب الحدیث

کا اردو ترجمہ

فضائل اہلحدیث

تالیف:

امام احمد بن علی المعروف

علامہ خطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل وترتیب:

مولانا عبداللہ سلیم ایم اے

مکتبہ ثنائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

شرف أصحاب الحديث

کا اردو ترجمہ

فضائلِ اہلحدیث

تالیف:

امام احمد بن علی المعروف

علامہ خطیب البغدادی رحمہ اللہ

تسہیل وترتیب:

مولانا عبداللہ سلیم ایم اے



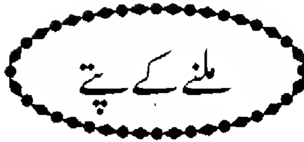
تحقیق وتخریج:

مولانا غلام مصطفی ظہیر امن پوری

مکتبہ ثنائیہ

بلاک ۱۹، سرگودھا 0300-6040271

نام کتاب	....	فضائل اہل حدیث
مصنف	....	علامہ خطیب البغدادی
ناشر	....	محمد اقبال
مطبع	....	زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
اشاعت	....	ستمبر 2008ء
تعداد	....	600



❀ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
❀ دارالسلام غزنی سٹریٹ لاہور
❀ مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور
❀ مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ لاہور
❀ فیض اللہ اکیڈمی اردو بازار لاہور
❀ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ لاہور
❀ محمدی کتب خانہ اردو بازار لاہور
❀ کتب خانہ خورشیدیہ اردو بازار لاہور
❀ مکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
❀ دارالاندلس جامعہ قادسیہ چوبرجی لاہور

فہرست



تعارف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَصَحَّ حَدِیْثَ دِیْنِهٖ بِاُسْنَادِهِ الرَّفِیْعِ وَاَوْثَقَ سُنَّتَهٗ بِأَسْنَادِ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِ نِ الشَّفِیْعِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَسْنَدَ شِرْعَتَهٗ بِالصِّحَةِ الْکَامِلَةِ وَاَحْسَنِ الصَّنِیْعِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ هُدَاةِ السُّبُلِ مِنْ غَیْرِ شُذُوْذٍ وَ تَدْلِیْسٍ شَنِیْعٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّی وَسَلِّم عَلَیْهِ مَا طَلَعَ الْقَمَرَانِ وَتَعَاقَبَتِ الْمَلْوَانِ

لفظ ''حدیث'' عربی زبان میں گفتگو اور کلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے...... خواہ گفتگو کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو یا نبوت کے عالی مقام حاملین سے یا عام لوگوں سے۔

پہلے اس لفظ کا استعمال جیسا کچھ بھی رہا ہو مگر فنِ حدیث کی اشاعت اور رواج کے بعد اس لفظ کا اطلاق حقیقت عرفیہ (ایسا لفظ جو ایک خاص معنی و مفہوم کے لیے مشہور ہو جاتا ہے) کے طور پر رسول اللہ ﷺ فداہ ابی و امی وروحی کے اقوال و افعال وغیرہ پر ہونے لگا' بالخصوص دینی امور اور اسلامی مسائل' عبادات و طاعات میں جب لفظ حدیث کا تذکرہ آ جائے تو اس سے مراد صرف حدیث نبوی ہی ہو گا۔

بعض آئمہ فن کے ہاں اگرچہ اس لفظ کے استعمال میں کچھ وسعت پائی جاتی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات کو بھی اس میں شامل سمجھتے ہیں' تاہم موطا امام مالک' مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ اور مسند طیالسی وغیرہ کو آثارِ صحابہ کی کثرت و بہتات کے باوجود عموماً حدیث ہی کے دفاتر اور کتب میں شامل سمجھا گیا ہے۔



مختصر سوانح حیات

الامام ابو بکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

امام موصوف کا نام احمد بن علی، کنیت ابو بکر، لقب خطیب، جبکہ وطن بغداد تھا۔

پیدائش

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ الحفاظ (جلد ثالث صفحہ ۳۱۲) میں فرماتے ہیں کہ خطیب بغدادیؒ بڑے حافظ، امام اور شام وعراق کے محدث تھے۔ ان کے والد محترم یعنی بلند پایہ محدث اور زنجان کے خطیب تھے۔ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۳۹۲ھ بروز جمعرات بغداد میں پیدا ہوئے۔

علم حدیث کے لیے اسفار اور علمی مقام ومرتبہ

معمولی تعلیم سے آپ گیارہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے پھر علم حدیث کی طلب میں لمبے لمبے سفر کیے اور اس فن میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کر لی۔ ان کے شاگرد ابن ماکولا کہتے ہیں کہ خطیبؒ حدیث نبوی کی معرفت و پہچان حفظ وضبط اور اتقان و پختگی نیز حدیثوں کی علتوں، سندوں کے جاننے صحیح وغریب، معروف ومنکر اور ساقط وغیرہ کی جان پہچان کے لحاظ سے ان پچھلے خاص لوگوں میں سے تھے جن کو میں نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ امام دارقطنیؒ کے بعد خطیب جیسا کوئی محدث پیدا نہیں ہوا اور شاید خطیبؒ نے خود بھی اپنے جیسا کسی کو نہ پایا ہوگا۔

ابو اسحٰق شیرازیؒ کہتے ہیں کہ خطیب معرفت حدیث اور حفظ حدیث میں امام دار قطنیؒ کے مثل تھے۔

امام حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خطیبؒ ہیبت و وقار والے' ثقہ' مستعد' خوشخط' بڑے ضابط اور فصیح تھے' حافظوں کا ان پر خاتمہ ہو گیا ہے۔

ابن شافعیؒ نے کہا کہ علوم حدیث میں حفظ و اتقان کا خطیبؒ پر خاتمہ ہو گیا۔

تصانیف

امام سمعانیؒ کہتے ہیں کہ خطیب کی ۵۶ تصانیف ہیں لیکن میں کہتا ہوں (مترجم رسالہ ھذا) کہ تاریخ ابن خلکان میں مرقوم ہے کہ خطیبؒ کی سو کے قریب تصنیفات ہیں' علماء کا کہنا ہے کہ "تاریخ بغداد" کے علاوہ اگر خطیب کی کوئی اور تصنیف نہ بھی ہوتی تو صرف یہ تاریخ ہی ان کے علم وفضل اور وسعت معلومات کے لیے کافی تھی۔

امام ذہبیؒ کی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ کی بعض کتب کے نام بھی دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں کتاب (شرف اصحاب الحدیث) کا ذکر بھی ہے۔

چند مشہور کتابوں کے نام درجہ ذیل ہیں:

(۱) التاریخ (۲) الجامع (۳) الکفایہ (۴) السابق والاحق (۵) المتفق والمتفرق (۵) تلخیص المتشابہ (۷) المکمل فی المھمل (۸) الموضح (۹) الجلا (۱۰) الفنون۔

شجاع ذھلی کا کہنا ہے کہ خطیب امام تھے' مصنف تھے' اُن جیسا کوئی نہ تھا۔ ابو الحسن مدنی نے فرمایا کہ خطیب کی موت سے علم حدیث کی موت ہو گئی۔

اساتذہ

آپ نے بغداد میں ابو الحسن بن صلت اہوازی' ابو عمرو بن مہدی' ابو الحسین بن میتم' حسین بن حسن جوالیقی اور ابن رزقویہ وغیرہ سے کسب فیض کیا پھر ۴۱۲ھ میں بصرہ گئے اور راویۃ السنن ابو عمر قاسم بن جعفر ہاشمی' علی بن قاسم' عبدالرحمن بن محمد سراج اور قاضی ابو بکر حیری وغیرہ سے استفادہ کیا' اصفہان میں ابو الحسن بن عبدکویہ' محمد بن عبداللہ بن شہریار اور حافظ ابو نعیم وغیرہ سے علم حاصل کیا اسی طرح' دینور' کوفہ' رے' حرمین شریفین' دمشق' قدس' صور وغیرہ کے علمی سرچشموں کو کھنگالا اور علم و فضل میں کمال پیدا کیا۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند مشہور شخصیتوں کے نام درج ذیل ہیں۔ آپ کے شیخ برقانی' ابوالفضل بن خیرون' فقیہ نصر مقدسی' ابوعبداللہ حمیدی' عبدالعزیز کنانی' ابونصر بن ماکولا' عبداللہ بن احمد سمرقندی' مبارک بن طیوری' محمد بن مرزوق زعفرانی' ابوبکر بن خاصۃ ابوالقاسم نصیب' ہبۃ اللہ بن اکفانی' علی بن احمد بن قیس غسانی' محمد بن علی بن ابوالعلاء مصیصی' اور دوسرے بہت سے لوگ جن کا شمار مشکل ہے۔

استغنائے نفس

فضل بن عمر نسوی کہتے ہیں "میں ایک دن جامع صور میں علامہ خطیب کی خدمت میں حاضر تھا ایک علوی آیا اس کے ہاتھ میں دیناروں سے بھری ہوئی تھیلی تھی۔ بولا یہ حقیر ہدیہ ہے' اسے اپنی ضروریات میں استعمال فرمائیں۔ علامہ نے ترش رُو ہو کر فرمایا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" علوی کہنے لگا شاید آپ اسے کم سمجھے ہیں' یہ پورے تین سو دینار ہیں' یہ کہہ کر اس نے تھیلی آپ کے مصلّے پر پلٹ دی مگر علامہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اپنا مصلّیٰ جھاڑ کر باہر نکل گئے میں آپ کے استغناء اور علوی کا ذلت کے ساتھ اپنے دینار جمع کرنے کو آج تک نہیں بھولا۔

طلبہ پروری

ابوزکریا تبریزی کہتے ہیں کہ میں جامع دمشق میں علامہ خطیب کے حلقہ درس میں شریک ہو کر ان سے ادب عربی کی کتابیں پڑھتا تھا اور جامع مسجد کے منارہ میں رہتا تھا۔ ایک دن آپ مینار پر میرے پاس آئے اور فرمایا آپ سے ملنے کو جی چاہتا تھا چنانچہ آپ دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے' جب جانے لگے تو میری طرف ایک بند لفافہ بڑھاتے ہوئے کہا ہدیہ مستحب ہے اس رقم سے قلم اور ضرورت کی دوسری چیزیں خرید لینا۔ یہ فرمایا اور نیچے اتر گئے۔ میں نے لفافہ کھول کر دیکھا تو اس میں پانچ پونڈ کی خطیر رقم تھی۔ اسی طرح ایک دوسرے موقع پر آئے اور اتنی ہی رقم مجھے دے گئے۔ آپ

حدیث اس قدر بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آواز جامع مسجد کے آخری حصوں میں بھی سنی جاتی تھی۔ خوب صحیح صحیح اور واضح طور پر قرأت کرتے تھے۔

اتباع سنت کا جذبہ

علامہ خطیب کا اپنا بیان ہے کہ جب وہ حج کے لیے گئے تو انہوں نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ جس مقصد کے لیے آب زمزم پیا جائے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے زمزم کا پانی تین مرتبہ پیا اور اللہ تعالیٰ سے تین حاجتیں طلب کیں۔ پہلی حاجت یہ تھی کہ انہیں اپنی مشہور عالم کتاب ''تاریخ'' بغداد میں پڑھانے کا موقع ملے' دوسری حاجت یہ تھی کہ وہ جامع منصور میں حدیث املاء کرائیں' تیسری حاجت یہ تھی کہ انہیں مرنے کے بعد مشہور ولی اللہ بشر حافی کے جوار میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تینوں حاجتیں ان کی خواہش کے مطابق پوری کر دیں۔

ابو الفرج اسفرائینی کا کہنا ہے کہ علامہ خطیب حج کو جاتے ہوئے ہمارے ساتھ تھے آپ ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے' وقتاً فوقتاً لوگ آپ کے پاس جمع ہو جاتے اور آپ سے حدیث بیان کرنے کی آرزو کرتے۔ چنانچہ آپ حسب خواہش حدیث بیان کرنا شروع کر دیتے۔

علمی نکتہ آفرینی

امام صاحب کے علمی مرتبہ و مقام کا یہ عالم تھا کہ رئیس الرؤساء نے شہر کے واعظوں اور خطیبوں کو حکم دیا تھا کہ وہ خطیب کو دکھائے اور سنائے بغیر کوئی حدیث روایت نہ کریں۔

ایک دفعہ ایک یہودی نے ایک ایسی دستاویز پیش کی جس میں آنحضرت ﷺ کے اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دینے کا ذکر تھا اور اس دستاویز پر بعض صحابہ کی شہادت بھی ثبت تھی۔ وزیر نے یہ دستاویز علامہ خطیب کو دکھائی تو انہوں نے کہا یہ دستاویز جعلی ہے۔ وزیر نے پوچھا آپ کس بنا پر اس کو جعلی کہتے ہیں؟ بولے' اس میں سیدنا معاویہ

رضی اللہ عنہ کی شہادت درج ہے اور اس وقت وہ مسلمان ہی نہیں تھے۔ وہ خیبر کے بعد فتح مکہ کے سال اسلام لائے تھے دوسری بات یہ ہے کہ اس میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی گواہی ہے اور وہ جنگ خیبر سے کئی سال پہلے انتقال کر گئے تھے۔

یہ ایک واقعہ ہی نہیں اس جیسے بیسیوں واقعات نے دنیا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ باور کر لیں کہ امام خطیبؒ اپنے زمانے کے بے مثل امام زبردست علامہ اور لاثانی محدث تھے۔ باوجود اس علم و فضل کے آپ زہد و قناعت کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج اور مٹے ہوئے شخص تھے' آپ بے حد سخی بھی تھے۔ محدثین اور طلبہ حدیث کے ساتھ عموماً حسن سلوک کرتے۔ انتقال سے پہلے اپنا تمام مال محدثین پر تقسیم کر دیا' اپنی تمام کتابیں اللہ کی راہ میں وقف کر دیں۔ علم حدیث کے تقریباً ہر فن میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف ہے آپ کی تصانیف کی عام مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج تمام علماء اور طلباء ان کے یکسر محتاج ہیں۔ مخلوق ان کی تصانیف کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ بڑے بڑے بلند پایہ شعراء نے آپ کی تصانیف کی تعریف میں زور قلم دکھایا ہے اور ان کی حلاوت' لذت' خوش اسلوبی' حسن بیان اور بلند پایہ تحقیق کو نہایت پسند کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیا والے کسی چیز کو اتنا محبوب نہیں سمجھتے جتنی محبت انہیں امام خطیبؒ کی تصانیف سے ہے۔

زندگی کے آخری ایام اور وفات

امام خطیب ماہ رمضان المبارک کے نصف میں ۴۶۳ھ میں بیمار ہوئے' دو مہینے برابر بیمار رہے' اول ذوالحجہ کو حالت نازک ہو گئی اور ۷ ذی الحجہ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا' آپ کے جنازہ میں شہر کے خواص و عوام سب نے شرکت کی اور جوں نے آپ کی نعش کو کندھا دیا' ابوالحسین بن مہتد باللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے جسم خاکی کو مشہور صوفی بشر حافی کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کے جنازہ کے آگے آگے منادی کرنے والے منادی کرتے جاتے تھے'' یہ وہ شخص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخالفین کے اعتراضوں کا جواب دیا کرتا تھا' یہ وہ شخص

ہے جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کی حفاظت کرتا تھا' ان کا جنازہ اٹھانے والوں میں ابواسحٰق شیرازی بھی تھے۔

علماء کے خواب

علی بن حسین کہتے ہیں کہ خطیب کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے' میں نے اس سے خطیب کا حال پوچھا' اس نے کہا وسط جنت میں جاؤ' وہاں نیکوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

رمیلی کہتے ہیں کہ میں ربیع الاول کی بارھویں کو ۴۶۳ھ میں بغداد میں سویا ہوا تھا' خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم لوگ عادتِ سابقہ کے مطابق امام خطیب کے پاس تاریخ بغداد پڑھنے کو جمع ہیں۔ شیخ نصر مقدسی رحمہ اللہ خطیب رحمہ اللہ کے دائیں جانب ہیں اور ان کے دائیں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ آپ تاریخ بغداد سننے کو تشریف لائے ہوئے ہیں تو میں نے کہا یہ ابوبکر خطیبؒ کی بزرگی کی دلیل ہے۔

نیز بعض صلحاء نے خواب میں دیکھ کر آپ کا حال پوچھا' آپ نے جواب دیا کہ آرام و آرائش اور نعمت والی جنت میں ہوں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبۃ میں فرماتے ہیں کہ حدیث کے ہر فن پر خطیبؒ کی ایک مستقل کتاب موجود ہے۔

حافظ ابن نقطہ نے سچ فرمایا ہے کہ ہر مصنف کو علم ہے کہ تمام محدثین خطیبؒ کے بعد انہی کی کتابوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔

ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امام خطیبؒ مصنف ''شرف اصحاب الحدیث'' خاص خدمت حدیث کے لیے ہی پیدا کیے گئے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ (ذلك فضل الله يوتی من يشاء رحمة الله عليه رحمة واسعة)



تدوین حدیث

علم حدیث کے جمع و تدوین کی رفتار بالکل طبعی ہے۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات گرامی' زندگی میں پیش آمدہ واقعات' آپ کے اسفار اور جنگیں' الغرض سفر و حضر کے تمام حوادث' لوگوں کے ذہنوں میں منقش اور خوب راسخ تھے' بالکل اسی طرح جیسے روز مرہ زندگی کے دیکھے بھالے واقعات ذہنوں میں مرتسم ہوتے ہیں اور سالہا سال تک وہ بھلائے نہیں بھولتے۔

اگر کہیں عقیدت و احترام کی بنا پر استدلال کے لیے آپ ﷺ کا تذکرہ ہوتا تو یہی ذہنی نقوش' حروف و الفاظ کا پیکر دھار لیتے۔ کبھی تو ایسا ہوتا کہ جناب رسول اکرم ﷺ کے بعینہ الفاظ دہرائے جاتے' مگر عموماً الفاظ کی پابندی کیے بغیر صرف مفہوم کو ہی ادا کر دیا جاتا' ادھر چونکہ روایت حدیث کا معاملہ انتہائی حساس اور نازک ہے' رسالتمآب ﷺ کی طرف کسی غلط چیز کی نسبت نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کی جزاء حتماً جہنم ہے' اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ادائیگی مفہوم میں پوری حزم و احتیاط فرماتے اور حد درجہ کوشش کرتے کہ کہیں کوئی غلط اور ان کہی چیز آپ ﷺ کی طرف منسوب و معنون نہ ہونے پائے۔

چند ہی سالوں میں ان نقوش و الفاظ اور اسی دورِ مسعود کے محفوظ تذکروں نے علم اور فن کا روپ دھار لیا اور اس سے ایک خاص علم کی طرح پڑ گئی۔

اسلامی حکومت کی سرپرستی' عامۃ المسلمین کے احترام اور دین حق سے والہانہ محبت و شیفتگی اور بے پناہ عقیدت کی وجہ سے اس علم کو دنیا میں ایک مقدس و معزز پیشہ تصور کیا گیا۔

پھر ہوا یہ کہ مساجد' معابد اور مدارس حدیث نبوی ﷺ کے دلنواز اور بہار آفریں تذکروں سے گونجنے لگے' چہار سو اس علمِ شریف کا غلغلہ بلند ہو گیا۔ ادھر اس فن کے ماہرین کی للّٰہیت' سیر چشمی اور خلوص کا یہ عالم تھا کہ وہ بادشاہوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے'

بادشاہ اپنی دولت ان کے قدموں میں ڈالنا فخر اور سعادت سمجھتے اور یہ کجکلا ہان بے کلاہ' تاجداران بے تاج اور درویشان خدا مست' اسے کمال بے نیازی سے ٹھکرا دیتے۔

چجتا نہیں یاں نظروں میں خلعت سلطانی
کملی میں مگن رہتا ہے گدا تیرا

ان میں خوبی یہ تھی کہ دنیا کے ہر اعزاز سے بے نیاز' اکرام سے دست کش اور خوشامد سے رنجور تھے' وہ اس علم کی خدمت اپنا خوشگوار فرض' قیمتی مصروفیت اور متاع حیات تصور فرماتے تھے' اس کی حفاظت و صیانت اور ابلاغ اشاعت اپنا ذمہ سمجھتے تھے۔

عقائد ہوں یا اعمال' فروعی مسائل ہوں یا اصولی' وہ قرآن و سنت ہی کو حجت اور دلیل سمجھتے تھے اور اس کے خلاف وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے تھے' ان پر عمل کی پاداش میں آنے والی ہر مشکل گھڑی کو وہ مسکرا کر گزار دیتے اور اسے زندگی کا یادگار لمحہ قرار دیتے۔ وہ قلبی طور پر انتہائی مطمئن اور آسودہ تھے کہ حق وہی ہے جو ان کو کتاب و سنت سے ملا ہے' اسے کسی دوسری کسوٹی اور پیمانے پر نہیں پرکھا جا سکتا' بلکہ لوگوں کی کسوٹیاں اور خود ساختہ پیمانے اس پر آزمائے جانے چاہئیں۔ بقول ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ ''اصل مرکزِ حق و یقین کتاب و سنت ہے' یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا' سب کو اس کی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا پڑے گا' اس چوکھٹ کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا' سب کی چوکھٹیں اس کی خاطر چھوڑ دینی پڑیں گی۔

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

''تمہارا کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک والد' اولاد اور تمام دنیا سے زیادہ احب نہ ہو جاؤں''۔

جب نصِ رسول کے مقابلے میں کسی دوسرے انسان کی پاسداری کی' تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ کب باقی رہا؟

فروعی اختلاف

عبادات و معاملات وغیرہ میں فرعی اختلاف حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں موجود تھے بلکہ اس باب میں تو ان کے ہاں بعض تفردات بھی پائے جاتے مثلاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حج تمتع سے انکار' امیر عمر رضی اللہ عنہ کا جنبی کے تیمم سے انکار' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نماز میں تشبیک (دونوں ہاتھ بحالت رکوع گھٹنوں میں دے دینا) کرنا اور قرآن عزیز کے متعارف و مشہور مجموعہ پر اعتراض' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نکاح متعہ کے جواز کی طرف رجحان وغیرہ' مگر وہ قدسی صفات لوگ ان چیزوں کو گوارا فرماتے' ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے' وہ سمجھتے تھے کہ ہر شخص اپنے فہم اور علم کا پابند ہے' بات اختلاف سے کبھی آگے نہ بڑھتی۔ واضح رہے کہ ان اختلافات کی بنیاد نہ تو ضد اور عناد پر تھی اور نہ ہی تقلید جامد پر' معاملہ صرف اس قدر تھا کہ اہل علم نے جو کچھ نیک دلی سے سمجھا اس پر عمل کیا۔

اہل حدیث نے بھی فرعی اختلافات پر اپنے مسلک اور مکتب فکر کی بنیاد اسی روش اور اصول پر رکھی' آئمہ تابعین اور بعد کے محدثین کا بھی یہی طریق رہا۔

اس کا پتہ ہمیں کتب حدیث' شروحات حدیث اور فقہاءِ حدیث کی تصانیف سے تفصیلاً چل سکتا ہے کہ کس وسعت قلب اور عالی ظرفی سے ان اختلافات کو گوارا اور برداشت فرمایا گیا اور اس اختلاف سے وحدتِ اسلامی اور اتحادِ امت کو کوئی صدمہ اور گزند نہیں پہنچا' امت کا شیرازہ جوں کا توں برقرار رہا' یہاں تک کہ عقائد و اصول میں بھی اس وقت کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا' البتہ اگر کہیں کوئی بدعی عقیدہ پیدا ہوا بھی تو اسے دبا دیا گیا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا خارجیوں سے مناظرہ (جامع فضل العلم صفحہ ۱۰۳ تا ۱۹۶' جلد ۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صبیغ اسلمی کی سرکوبی' اسی

سلسلہ کی کڑیاں ہیں' ان واقعات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ عقائد میں اختلاف قطعاً برداشت نہیں کیا جاتا تھا۔

اہل حدیث کا مسلک بھی یہی تھا کہ فروع میں اپنی اپنی تحقیق پر عمل کیا جائے' اختلاف کو گوارا کیا جائے' اس میں تشدد اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیا جائے اور اصول کی پوری پختگی اور مضبوطی سے پابندی کی جائے۔

عباسی انقلاب

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ہی اموی حکومت کا ٹمٹماتا چراغ گل ہو گیا اور اس کی جگہ عباسی حکومت نے لے لی اور قلمدان وزارت پر برامکہ (عباسی دور کا مشہور خاندان جس کے متعدد افراد وزارت کے منصب تک پہنچے) قابض ہو گئے۔ فارسی عناصر اور تہذیب آگے بڑھی' عرب معتوب ہو کر حکومت سے دور دور رہنے لگے' یونانی فلسفے اور نظریات نے اسلامی اقدار و روایات کو بری طرح متاثر کرنا شروع کیا' اسلامی عقائد و عبادات میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونا شروع ہوئے' اس کے ساتھ ہی تقلید اور جمود نے فرعی اختلافات کی خوب سرپرستی کی اور جمود کے سایہ میں چار مکاتب' اسلام کی ترجمانی کے ذمہ دار قرار پائے' حق انہیں میں محدود و محصور سمجھا جانے لگا' تقلید نے لوگوں میں اپنے خونیں پنجے گاڑ لیے اور بتدریج تقلید کو واجب کہا جانے لگا۔

ظاہر ہے یہ دونوں باتیں مسلک اہل حدیث کے مزاج' طریقہ استدلال' مخصوص سانچے اور اس کے خمیر سے مناسبت نہیں رکھتی تھیں' اس لیے آئمہ حدیث نے دونوں مقام پر علیحدگی کی راہ اختیار کی بلکہ جہاں ضرورت پڑی اپنی علمی استعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے ان سے تصادم بھی فرمایا گویا آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آئمہ حدیث کی حیثیت افراط و تفریط اور مختلف نکتہ ہائے فکر و نظر میں ہمیشہ برزخ اور مقام اعتدال کی رہی ہے۔ جہاں انہوں نے عقائد میں فلاسفہ و متکلمین کے غلو و تاویل باطل کا خوب خوب تار و پود کھولا اور عوام الناس کو ان کی ظلمتوں اور پیوند کاریوں سے آگاہ کیا نیز

کتاب وسنت کے دامن میں پناہ لینے کو کہا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام عبدالعزیز کنانی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی مصنفات اس کی واضح مثالیں اور صریح شاہد ہیں کہ ان حضرات نے فلسفہ اور علمِ کلام کو سمجھ کر اسی زبان اور لب ولہجہ میں ان کی کمزوریوں کو بے نقاب کیا۔

وہاں انہوں نے تقلیدی جمود کے خلاف بھی آواز بلند کی اور لوگوں کو دین کے نام پر اس دکانداری کے مضر اور مہیب اثرات سے متعارف کیا۔

صحاح ستہ اور فن حدیث کی دوسری کتب اس کی بین دلیل ہیں۔ محدثین کرام احادیث کو پوری امانت و دیانت' غایت درجہ حزم و احتیاط اور کامل عدل و انصاف کے ساتھ بلا تعصب نقل کرتے ہیں۔ رجال کا تذکرہ بھی اسی انداز سے کرتے ہیں ان کی نظر میں عملاً کسی کو ترجیح ہو تو ہو' نقل میں یہ لوگ کمی بیشی نہیں کرتے' کلام اور فقہ کے علاوہ بھی ہر مقام اختلاف میں ان کے سوچنے کا یہی طریق ہے' وہ اپنی تحقیقی راہ رکھتے ہیں جس میں حزم و اعتدال ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل حدیث صرف ان لوگوں کا نام ہے جنہوں نے فن حدیث کو جمع کیا' اسانید اور متون کو حسب ضرورت مرتب اور مدون کیا اور طلب حدیث کے لیے اسفار کیے' یقیناً آئمہ حدیث نے یہ خدمت بڑی جانفشانی اور نہایت عرق ریزی سے کی۔ طلب حدیث کے لیے وہ بڑے جاں گسل مرحلوں سے گزرے' لاکھوں میل پیدل چلے' بھوک برداشت کی' وطن مالوف کو چھوڑا' بال بچوں اور رشتہ داروں کو خیرباد کہا' اپنے آرام و سکون کو تج کیا' غرض یہ کہ پوری تین صدیاں حفظ ضبط' جمع و تدوین اور علوم سنت کی اشاعت میں صرف فرمائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے مکاتب فکر کے علماء نے بھی ان حضرات کے ساتھ تعاون کیا جیسے طحاوی' ترکمانی' بیہقی اور نابلسی وغیرہ موالک اور حنابلہ میں بڑے بڑے اکابر نے یہ خدمت انجام دی ہے' ان کے جمع

شدہ ذخیرے آج متداول ہیں۔ شکر اللہ مساعیھم

مگر یاد رکھیے! کہ یہ حضرات اس خدمت کے وقت بھی اپنے مکتب فکر کی رعایت نظر انداز نہیں فرماتے تھے اور بسا اوقات تو اس کے لیے بڑے پُر پیچ اور اوچھے اسالیب اپنا لیتے جس سے عام قاری دھوکہ کھائے بغیر نہ رہتا۔ لیکن آئمہ حدیث نے فن کی خدمت بے لاگ ہو کر فرمائی' پوری امانت و دیانت کا مظاہرہ کیا' سب کے لیے سنت کا مواد فراہم کیا جو احادیث انہیں پہنچیں انہیں بلاکم و کاست نقل کر دیا۔ اسناد میں تبدیلی کی نہ متون حدیث میں' ایک باب میں دونوں طرح کا مواد جمع فرما دیا کہ قاری جس کو چاہے رد و قبول کے پیمانوں سے گزار کر اور صحت و سقم کی چھلنی سے چھان کر ترجیح دے لے۔

ان قدسی صفات لوگوں نے اپنی سوچ کا انداز جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے اندازِ فکر پر رکھا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان عالی مقام وارثانِ نبوت کی بابت رقمطراز ہیں:

وَمِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَذْهَبٌ قَدِيمٌ مَعْرُوفٌ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ اللّٰهُ أَبَا حَنِيْفَةَ وَمَالِكًا وَالشَّافِعِيَ وَأَحْمَدَ فَإِنَّهُ مَذْهَبُ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ تَلَقَّوْهُ عَنْ نَبِيِّهِمْ وَمَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ كَانَ مُبْتَدِعًا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ (منهاج السنه ج ۱/ ۲۵۶)

ترجمہ: ''اہل سنت کا ایک پرانا اور مشہور مذہب ہے جو ان آئمہ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کی پیدائش سے بھی پہلے تھا۔ یہ صحابہ کا مذہب تھا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا جو اس کی مخالفت کرے وہ اہل سنت کے ہاں بدعتی ہے۔''

حافظ جلال الدین سیوطی ابوالقاسم لال کائی (م ۴۱۸ ھ) سے نقل فرماتے ہیں:

ثُمَّ كُلُّ مَنْ إِعْتَقَدَ مَذْهَبًا فَإِلٰى صَاحِبِ مَقَالَتِهِ الَّتِيْ أَحْدَثَهَا يَنْتَسِبُ وَإِلٰى رَأْيِهِ يَسْتَنِدُ اِلَّا اَصْحَابَ الْحَدِيْثِ فَإِنَّ صَاحِبَ مَقَالَتِهِمْ

رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَھُمْ اِلَیْهِ یَنْتَسِبُوْنَ وَاِلٰی عِلْمِهٖ یَسْتَنِدُوْنَ وَبِهٖ یَسْتَدِلُّوْنَ...... الخ (صون المنطق ص ۱۱۰)

ترجمہ: ''ہر فرقہ اپنے امام کی طرف نسبت کو وجہ افتخار سمجھتا ہے اور اسی کے علم ورائے کو حرف آخر اور قولِ فیصل جانتا ہے مگر اہلحدیث کے مسلک کا عنوان مقتدا' صاحب مقالہ رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے وہ آپ ﷺ ہی کی نسبت سے مشہور ہیں اور آپ کے علم سے استدلال پکڑتے اور سند لیتے ہیں''۔

اس مکتب فکر کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا اعتراف خود محققین احناف کو بھی ہے۔

وَمَلِیْحَةٌ شَھِدَتْ لَھَا ضَرَّاتُھَا
اَلْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

ترجمہ: ''وہ خوبصورت ہے جس کا اعتراف اس کی سوکنوں کو بھی ہے' خوبی وہی ہوتی ہے جس کا اقرار مخالف بھی کریں''۔

چنانچہ علامہ کاتب چلپی کشف الظنون میں تحریر فرماتے ہیں:

((وَاَکْثَرُ التَّصَانِیْفِ فِیْ اُصُوْلِ الْفِقْهِ لِاَھْلِ الْاَعْتِزَالِ اَلْمُخَالِفِیْنَ لَنَا فِی الْاُصُوْلِ وَالْاَھْلِ الْحَدِیْثِ اَلْمُخَالِفِیْنَ لَنَا فِی الْفُرُوْعِ وَلَا))

(مجمع قدیم: ج ۱' ص ۸۹)

اصول فقہ میں اکثر و بیشتر تصانیف معتزلہ اور اہل حدیث کی ہیں۔ اول اصول میں ہمارے مخالف ہیں اور دوسرے فروع میں۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں:

((ثُمَّ الْمُجْتَھِدُوْنَ مِنْ اَئِمَّةِ الْاُمَّةِ مَحْصُوْرُوْنَ فِیْ صِنْفَیْنِ لَا یَعْدُوْنَ اِلٰی ثَالِثٍ: اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ وَاَصْحَابُ الرَّاْیِ))

(ص ۴۵ ج ۲۔ ملل والنحل علی ھاش کتاب الفصل لابن حزم)

مجتہد دو ہی قسم کے ہیں تیسری کوئی قسم نہیں۔ اہل حدیث اور اہل الرائے۔

اس قسم کی تصریحات و توضیحات یعنی اہل حدیث کی کوششوں کو خراج تحسین پر مشتمل باتیں مقدمہ ابن خلدون' حجۃ اللہ البالغہ' تفہیمات الٰہیہ اور ابن خوراک کی مشکل الحدیث وغیرہ کتب میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

یہ مغالطہ کہ اہل حدیث صرف ''اصحاب فن'' ہی کا نام ہے۔ احادیث اکٹھی کرنے اور حفظ کر لینے کے علاوہ انہیں کچھ نہ آتا تھا۔ وہ مسائل کے استنباط و استخراج سے یکسر کورے تھے۔ مسائل کی چھان پھٹک ان کا میدان نہ تھا' وہ تو محض ''پنساری'' کی حیثیت رکھتے تھے جو صرف اور صرف دوائیں جمع کرتا ہے جبکہ ان کے اثرات و خواص سے بے بہرہ ہوتا ہے۔

ایسی باتیں تعصب کی پیداوار ہیں یا قلت مطالعہ کا نتیجہ۔

حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی نے اپنی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' میں اسی مکتب فکر کے فضائل و محامد کو کسی قدر بسط و تفصیل اور ربط و ترتیب سے لکھا ہے' عقائد و کلام میں ان پاکیزہ خصال اور درویشان خدامست کی مساعی حسنۃ اور فروع میں ان کی مقدس کوششوں کا سدا بہار تذکرہ فرمایا ہے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اہل علم اور جویان حق کو اس موضوع پر اتنا مواد یکجا مشکل ہی سے ملے گا۔

ناظرین کا تعلق جس مکتب فکر سے بھی ہو اور ان کا زاویہ فکر جیسا کچھ بھی ہو' بہر حال ان سے اس مکتب فکر کے متعلق انصاف کی امید ہے۔

تاریخ اسلامی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے تیسری صدی تک اسلامی قلمرو میں حجاز سے فارس تک اور دوسری طرف حدود شام سے مغرب بعید تک اصحاب الحدیث چھائے ہوئے تھے۔ تدوین حدیث کے مدارس جابجا قائم تھے آج جس دور میں ہم سنت کو سرمایہ ایمان سمجھتے ہیں الحمد للہ یہ بیش قیمت اور نہایت وقیع ذخیرہ اپنی اصلی آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔

یہ سب اس دور کے اصحاب الحدیث کی مساعی کا نتیجہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان کا
مت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔

ایران اور افغانستان جہاں اب شیعیت اور حنفیت کا طوطی بولتا ہے' ایک وقت تھا
یہاں گلستان نبوت کے ہزاروں عنادل اپنے خوشنوا نغموں سے ان گلزاروں اور
کوہساروں کی فضا میں رس گھول رہے تھے اور ان کی نغمہ سنجی سے کوہ و دمن اور سرو وسمن
سب جھوم رہے تھے۔

آج مولیٰ کریم کی بے نیازیوں اور زمانے کی نیرنگیوں کا یہ عالم ہے کہ پورا ایران
فض و تشیع کے زیر نگیں ہے جہاں کی ساری سربلندیاں اور طالع آزمائیاں محرم کی سینہ
کوبی سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ افغانستان پر تقلیدی جمود کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ
رآن وسنت کے نام لینے پر بعض اصحاب حال کو ترک وطن کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

امام خطیب بغدادی چوتھی صدی کے آخر ۲۴ رجب ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ
مانہ تھا جب علم اپنی بساط لپیٹ رہا تھا' جہالت و نادانی اور تعصب و جمود چہار سو اپنے
سایے گھنیرے کر رہے تھے۔ مزید یہ کہ حکومت کے استبداد کی وجہ سے عساکر سنت پیچھے
ٹ رہے تھے۔ مختلف فقہیں حکومتوں اور بادشاہوں کی سرپرستی میں اپنے پاؤں جما رہی
ھیں' مصر' شام' حجاز' عراق اور فارس غرضیکہ ہر جگہ اسلام کی ترجمانی ان مختلف مکاتب
ر مدرسہائے فکر کے توسط سے ہو رہی تھی۔ حق کو انہیں میں سائر و دائر سمجھا جانے لگا
ا۔ حکومتیں عقیدت کی وجہ سے یا سیاسی عوامل کے سبب سے اس جامد دعوت اور دینی
دکشی کی سرپرستی پر مجبور تھیں۔

مگر یہ بیچارے اصحاب الحدیث' حاملین لواء سنت نبویہ اور فریفتگان قول رسول
شاہی درباروں سے دور علم کی خدمت اور سنت کی اشاعت کا جذبہ و ولولہ دل میں لیے
حیاء میراثِ نبوت اور شمع رسالت کو فروزاں کرنے کے لیے کسی اچھے سازگار اور مناسب
ت کے امیدوار اور منتظر تھے لیکن یہ چوتھی صدی حریتِ فکر کی دعوت کے لیے کچھ زیادہ
زوں نہ تھی۔

ان حالات کے پیش نظر علامہ خطیب کو ''شرف اصحاب الحدیث'' لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

آئمہ اربعہ کے متبعین میں بڑے بڑے اصحاب جبہ و دستار اور ارباب کمال و صاحبان علم وتقویٰ موجود تھے جن کی خدمت ملّی کے سامنے آنکھیں جھکتی اور سرنگوں ہوتی تھیں اور جن کے علمی رعب وطنطنہ کے سامنے اوروں کے قد بونے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن اصحاب الحدیث اس اندازِ فکر سے قطعاً مطمئن نہ تھے۔ وہ ان شخصی پابندیوں اور گروہی حد بندیوں کو کسی قیمت پر بھی پسند نہیں کرتے تھے' نہ ہی وہ ان موشگافیوں کو پسند فرماتے تھے جو عقائد میں متکلمین اسلام نے پیدا کی تھیں۔

فروع فقہیہ میں جہاں اجتہاد کی ضرورت تھی وہاں ان حضرات نے تقلید اور جمود کو ضروری سمجھا اور تحقیق سے گھبرانے لگے اور عقائد میں جہاں صرف نصوص پر قناعت کر کے کتاب وسنت سے تمسک ضروری تھا وہاں ان لوگوں نے فکر ونظر کے ایسے سیلاب بہائے اور ایسی دوراز کار بحثیں کیں کہ ایمان ودیانت اور بعض دفعہ سنجیدگی کی حدود کو بھی مسمار کر کے رکھ دیا۔

ظالم گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

محدثین کرام اس قلب حقائق کو پسند نہیں فرماتے تھے جس کی داغ بیل چوتھی صدی میں امام خطیب بغدادی کے سامنے رکھی گئی۔ انہوں نے فقہ العراق پر اس انداز سے تنقید کی کہ اس کی تلخی اور چبھن آج بھی داعیان تقلید وجمود محسوس کر رہے ہیں۔

اس وقت فتنہ عقائد' فلسفہ اور کلام کی صورت میں تھا جبکہ آج ارباب جمود نے عقائد میں ایسے ایسے ابواب کا اضافہ کیا ہے جس کا کتاب وسنت سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ فقہاء اعراق رحمہم اللہ بھی اس سے ناآشنا ہیں اور قدما متکلمین اس سے بے خبر۔

یہ ساری بے اعتدالیاں اور فکری ناہمواریاں محدثین کے معتدل اور اقوم طریق فکر کو نظر انداز کرنے کا شاخسانہ ہیں جس کی دعوت ہمیشہ ہر فرزند اہل حدیث نے زمان ومکان کا خیال کیے بغیر دی اور اسی دعوت کو امام ابوبکر خطیب نے ''شرف اصحاب الحدیث'' میں پیش کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ

الشیخ الامام الحافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تعریف وتوصیف' تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل کے لائق وہی ذات بے ھمتا ہے جس نے اپنی برگزیدہ اور اشرف واعلیٰ مخلوق انسان کے لیے اسلام کو بطور دین و ضابطہ حیات پسند فرمایا اور اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ' پاک طینت' خوش خصال اور تابندہ سیرت افراد (رسولوں) کی معرفت اس ابدی اور سرمدی دستور العمل کو بھیجا اور ہمیں ان کی شریعت وملت کا پابند اور اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حریم ناز سے مدافعت کرنے والا اور پاسبان بنایا۔ آپ کی سنتوں کا عامل اور آپ کی سیرت طیبہ کا والہ وشیدا بنایا۔

ہم مولیٰ کریم کی ایسی ثناء ومدحت کرتے ہیں جس کے وہ لائق ہے۔ ہم اسی سے بھلائی' خیر اور نیکی کی توفیق طلب کرتے ہیں' ہم اس کے فضل فراواں کے لیے اسی کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

خداوند قدوس اپنے رسولوں کے ختم کرنے والے' ہمارے سردار و ہادی' تمام انبیاء سے افضل وارفع اور تمام مخلوق سے بہتر و برتر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے نیز آپ کے بہترین اور بزرگ صحابہ اور قیامت تک آنے والی ہر اس سعید روح کو جو بھلائی کی طالب اور عامل ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد! اللہ عزوجل سے استدعا ہے کہ ہمیں بھلائیوں اور امور خیر کی توفیق دے مزید یہ کہ ہم سب ہم سب کو بدعتوں اور شک وشبہ کے خارزاروں سے بچائے۔ آپ نے جو ذکر کیا ہے کہ مبتدعین نہ صرف سنت واحادیث کے پابند لوگوں پر عیب گیری اور حرف جوئی کرتے ہیں بلکہ حدیث کے پڑھنے اور یاد کرنے والوں پر بھی

طعنہ زنی اور سب وشتم کرتے ہیں اور جو کچھ وہ پاک نفس و پاک نہاد، سچے آئمہ سے صحیح طور پر نقل کرتے ہیں اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور ملحدین کی بے سروپا باتیں اور متشککین کے لچر پوچ اعتراضات لے کر حق والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی استہزا کرتا ہے اور انھیں ان کی گمراہی میں مزید بڑھاتا ہے اور وہ اس امہال کی بنا پر سرکش اور خودسر ہوتے جاتے ہیں۔

آپ خوب جان لیں کہ خواہش کے بندوں، سفلی جذبات کے اسیر و غلام اور وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی سیدھی راہ سے بہکا دیا ہے ان کا یہ کام اور ان سے اس قسم کا رویہ کوئی تعجب خیز امر نہیں، ان کی ذلت و نکبت تو اسی سے ظاہر ہے کہ انہیں بطور دلیل نہ تو قرآن مجید پڑھنا نصیب ہے اور نہ ہی حدیث رسول۔ قرآنی احکام اور فرمودہ رسول کی کھلی آیتیں ان کی دلیل نہیں۔ ان کی حجت اور دلیل تو' قول امام ہے۔

ببیں تفاوت کجا است تا بہ کجا

دونوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔

حدیث رسول سے تو گویا انھیں چڑ سی ہے انہوں نے اللہ کے دین میں اپنی رائے اور قیاس کو داخل کر دیا ہے۔ ان کے نوعمر ہزلیات میں پڑ گئے اور عمر رسیدہ بکواس اور حجت بازی میں مشغول ہو گئے۔

ان لوگوں نے اپنے دین کو جھگڑوں اور بکھیڑوں کی آماجگاہ بنا لیا اور بوالفضولیوں میں پڑ گئے۔ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو ہلاکت کے گڑھوں اور شیطان کے پھندوں میں ڈال دیا۔ شک و ریب سے حق ان کی زندگیوں، محفلوں سے اٹھ گیا اور ان کی کتابوں سے ناپید ہو گیا ان کی یہ بیماری لا علاج مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ احادیث رسول کی کتابیں اگر ان کے سامنے پیش کی جائیں تو انہیں ایک طرف ڈال دیتے ہیں اور بن دیکھے منہ پھیر کر بھاگنے لگتے ہیں۔

﴿كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ﴾ (المدثر: ۵۰-۵۱)



"گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں' جو شیر سے بھاگے ہوں"۔

اور احادیث کے اوپر عمل کرنے والوں اور انھیں روایت کرنے والوں سے مذاق کرتے ہیں اس سارے کھکھیڑ سے مقصود محض دین حق کی دشمنی اور مسلمانوں کے عالی مقام اماموں پر طعن و تشنیع کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس قماش کے لوگ عوام میں بیٹھ کر بڑے فخر سے ڈینگ مارتے ہیں کہ ہماری تو عمر علم کلام میں گزری' ہم نے تو ہوش وخرد کی گھتیوں کو سلجھایا ہے' اپنے سوا یہ باقی تمام لوگوں کو گمراہ جانتے ہیں اور ان کے علم کو ناکافی سمجھتے ہیں' ان کا خیال یہ ہے کہ نجات کے بس وہی حقدار ہیں..... اور کوئی نہیں' وہ اپنے تئیں عدل وتوحید والے جانتے ہیں حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کی توحید شرک والحاد سے اٹی پڑی ہے انہوں نے رب الارباب کے بہت سے شریک اس کی مخلوق میں سے بنا لیے ہیں' شریعت سازی کا حق بھی انہوں نے علیم وخبیر ذات کی بجائے اماموں کو دے رکھا ہے۔

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ (الشوریٰ: ۲۱)

"کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں"۔

ان کے عدل کو بھی اگر جانچا جائے تو وہ یہ ہے کہ یہ لوگ کتاب وسنت کے صحیح اور اقوم راستے سے ہٹ کر سنت رسول مختار ﷺ کے مضبوط احکام کے خلاف ہو گئے ہیں۔

گویا معاملہ یوں ہے:۔

نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایماں اپنا

آپ نے اکثر وبیشتر دیکھا ہوگا ایسی مریض ذہنیت افراد کو جب کبھی کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی ہے' تو کسی فقہ کے جاننے والے کی طرف لپکتے اور اسی سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ اسی کے قول پر عمل کا دارومدار ہے اور اسی کی تبلیغ وتشریح میں عمریں کھپا دیتے ہیں' مدۃ العمر اسی کے دفاع میں لگے رہتے ہیں گویا مذہب کے دکانداروں نے جہل وتقلید اور تعصب وہوا پرستی کا نام مذہب رکھا ہے حالانکہ وہ بزعم خود مدعیان تحقیق و

اجتہاد ہیں.........مگر ان اقوال کو چمٹ جاتے ہیں جو ان کے مخصوص مذہب کی تائید میں ہوں' اسی کے مطابق ان کا فتویٰ ہوتا ہے خواہ قرآن کی آیت پکار پکار کر اس کے خلاف گواہی دے رہی ہو۔

حالانکہ بہت ممکن ہے اس فتویٰ میں خطا ہو' اس میں غور وخوض کی مزید گنجائش ہو' ہم دیدہ دانستہ اس سینہ زوری کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہیں' ان لوگوں کا عجیب حال ہے یہ جب کبھی اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام ونصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتے ہیں تو اس کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتے کہ قرآن وسنت کو مقدم رکھ کر قولِ مخالف کو ترک کر دیں۔

نہ معلوم ایک گناہ کبیرہ کو جانتے بوجھتے پھر اسے کس طرح آسانی سے کرنے لگ جاتے ہیں؟ سچ تو یہ کہ جو چیز دنیا وآخرت میں کوئی نفع نہ دے سکے اسے پھینک دینا اور احکام شریعت پر کار بند ہو جانا ہی زیادہ انسب اور افضل ہے۔

امام دار الھجرۃ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ہمیں امام دار الھجرۃ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان باسند پہنچا ہے کہ وہ اس حجت بازی کو ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ ایک زبان آور' چاتر اور بڑ بولا شخص آج ہمارے پاس آیا' ہم نے اس کی مانی' کل دوسرا آ ٹپکے گا' جو اس سے زیادہ تیز زبان اور شاطر ہوگا۔ ہم اس کے پیچھے ہو لیے تو پھر جبرائیل علیہ السلام جو وحی لے کر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ تو سب کچھ رد ہو جائے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے کہ دین اسلام کو جو شخص علم کلام میں ڈھونڈے وہ بے دین ہے' جو عجیب وغریب حدیثوں کے پیچھے پڑ جائے وہ جھوٹا ہے اور جو کیمیا سے مال تلاش کرے وہ مفلس وقلاش ہوگا۔''

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین مرتبہ فرمایا:

دین صرف اور صرف احادیث رسول میں ہے' رائے اور قیاس میں نہیں۔

فضل بن زیاد کا سو

فضل بن زیاد نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کرابیسی اور اس کے خیالات کی بابت دریافت کیا تو آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ یہ جو دفتر کے دفتر ان لوگوں نے رائے قیاس کے لکھ لیے ہیں انہیں سے دین پر بلا آئی ہے اور شریعت کا اصلی چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا ہے۔ انہیں کتابوں میں پڑ کر لوگوں نے احادیث رسول کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت امام مالک کا قول ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے طریقوں کو مضبوطی سے تھامنا ہی اللہ عزوجل کی کتاب کی تصدیق ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے دین کی تصدیق ہے' سنت پر عمل کرنے والا شخص راہ یاب ہے' ھدیہ مصطفیٰ کو سینہ سے لگانے والا ور اس سے چمٹ جانے والا انسان ہی غالب اور کامران ہے۔

سنتوں سے کنارہ کشی اور پہلوتہی کرنے والا آدمی مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا' اور شرور وفتن میں بری طرح پھنسا ہوا ہے' ایسے شخص سے خیر کی توقع کرنا عبث ہے۔

﴿وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ﴾ (النمل: ۸۰)

"آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں' جبکہ وہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہوں"۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

امام اوزاعی فرماتے ہیں: لوگو! بزرگان سلف سے جو احادیث منقول اور مروی ہیں انہی پر عمل کرنے والے بنو اگرچہ لوگ تمہیں تنہا چھوڑ دیں۔

ولا یخافون فی اللّٰہِ لومۃ لائم

لوگوں کی رائے اور قیاس کی تابعداری سے بچو اگرچہ وہ اپنی باتوں کو خوب بناؤ سنگھار اور ملمع کر کے پیش کریں' اگر ایسا کرو گے تو آخر دم تک سیدھی راہ پر قائم رہو گے۔

یزید بن ذریع رحمۃ اللہ علیہ

یزید بن ذریع فرماتے ہیں کہ رائے قیاس کرنے والے اور اس پر چلنے والے لوگ سنتِ رسول ﷺ اور حدیث پیغمبر ﷺ کے دشمن ہیں۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

اغاثة اللهفان میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ امیر عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھتے ہیں:

((اِيَّاكُمْ وَاَصْحَابَ الرَّأْيِ ' فَاِنَّهُمْ اَعْدَاءُ السُّنَنِ))

''لوگو! رائے اور قیاس والوں سے بچ جاؤ' کیونکہ وہ سنتوں کے دشمن ہیں''۔

امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ

اگر یہ رائے قیاس جیسی مذموم چیز کے متوالے اور شیدا' اپنے آپ کو ان علوم کی طلب و تحصیل میں مشغول کرتے جو فیض بخش اور منفعت رساں تھے' تو کیا ہی اچھا ہوتا...... یہ لوگ اگر اپنے دامن طلب میں رسول رب العالمین کی احادیث کے لعل و یواقیت بھر لیتے تو کیا ہی خوب ہوتا...... یہ لوگ اگر صرف اور صرف فقہاء امت اور محدثین عظام کے آثار کو ہی اپنے ماتھے کا جھومر اور مانگ کا سیندور بنانے پر قانع ہو جاتے تو کیا ہی بہتر ہوتا۔...... اور یہ دیکھتے کہ انہیں کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ حدیثیں انہیں رائے قیاس سے بے نیاز کر دیتیں۔

اس لیے کہ علم حدیث میں اصول توحید' نوید ہائے آخرت' وعید عذاب' رب العالمین کی جملہ صفات' جنت و دوزخ کا ذکر' ابرار و پاکیزہ خصال لوگوں کا روح پرور تذکرہ' برے اور بدباطن افراد کا بھیانک اور عبرتناک انجام' آسمان و زمین کے عجائبات مالک الملک کی عجیب کاریگری کا بیان' ملائکہ مقربین کا ذکر جمیل' صف باندھ کر عبادت کرنے والے تسبیح و تقدیس کے خوگر فرشتوں کا بیان' انبیاء و رسل کے پربہار اور سبق آموز واقعات' زاہدوں' شب زندہ داروں اور اولیاء اللہ کا ذکر حسن' بہترین' جامع اور عمدہ پند و نصائح' سمجھ بوجھ اور دانش و بینش رکھنے والے بزرگوں کا کلام' شاہان عرب و عجم کی

سوانح' امم گزشتہ کے قصے رسول اللہ ﷺ کے واقعات جہاد و جنگ' آپ ﷺ کے احکام' فیصلے' وعظ اور خطبے' آپ کی نبوت کی نشانیاں اور معجزے' آپ کی ازواج' اولاد رشتہ داروں اور اصحاب کے احوال' ان کے فضائل و مناقب' اخبار' قصص نسب' عمریں' قرآن کریم کی تفسیر' اخبار مستقبلہ' صحابہ کرام کے احکام اسلامی میں محفوظ فیصلے' ائمہ کرام اور فقہاء مجتہدین میں سے کون کون کس کس قول کی طرف مائل ہے' وغیرہ تمام باتیں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر اہل حدیث کو شریعت کے ارکان بتائے ہیں۔ انھیں کے ہاتھوں ہر بدعت کا ستیاناس ہوتا ہے...... یہی ہر برائی کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں' صحیح توحید کے یہ پرچارک ہیں۔ ایک ایک سنت پر عمل کرنا ان کی تمنا اور حسرت ہے۔ اللہ کی مخلوق میں یہ اللہ کے امین ہیں۔ نبی ﷺ اور آپ کی امت کے درمیان واسطہ ہیں' یہ گویا آپ ﷺ کے ہی قافلہ مبارک کے لوگ ہیں۔ بقول امام شافعی ان کو دیکھے سے اصحاب نبی رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

یہ قدسی خصال لوگ اللہ کے دین کے حفظ اور یاد کرنے میں پورا انہماک اور کامل کوشش و لگن کرنے والے ہیں' ان کے چہرے روشن ہیں' ان کے فضائل مشہور ہیں' ان کی نشانیاں ظاہر و عیاں ہیں' ان کا مذہب پاک اور ان کی دلیلیں پختہ ہیں' ہر فرقہ کسی نہ کسی خواہش کی تابعداری میں پڑا ہوا ہے یا کسی نہ کسی کی رائے قیاس کو اچھا جان کر اس پر جم گیا ہے مگر اہل حدیث کی جماعت ان کے حریم قلب میں کوئی اور کب جچنے لگا؟ ان کی نگاہ ناز میں کوئی اور کس طرح سما سکتا ہے؟ ان کا ہتھیار صرف کتاب اللہ ہے اور ان کی دلیل فقط حدیث رسول اللہ ﷺ۔ ان کے امام و مقتدا صرف خدا کے پیغمبر ہیں اور ان کی نسبت بھی صرف حضور اقدس ہی کی طرف ہے (یعنی محمدی)۔

وہ خواہشوں کے پیچھے نہیں پڑتے' رائے قیاس کی طرف التفات نہیں کرتے' وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو روایت کرنے والے' ان کی زبانوں پر فرامین نبوی ﷺ ہر وقت رواں دواں رہتے ہیں' وہ گفتار پیغمبر کے امین اور نگہبان ہیں' یہ دین کے محافظ

اور اس کے خزانچی ہیں' یہ صحیح اور ٹھوس علم والے' علم کے حد درجہ شائق اور متوالے' ان کے سینے علم سے معمور' اور یہ اس علم پر نازاں و مسرور۔

جس حدیث میں اختلاف ہو اس کا فیصلہ وہی کریں گے' انہی کا حکم سنا اور مانا جائے گا' اس علم کی ایک ایک جزئی تک سے واقف' حیرت انگیز معلومات' بصیرت افروز علماء' بلند پایہ فقہاء' کامل زہاد' پورے فاضل' زبردست قاری' بہترین خطیب' دیگر علوم کے ماہر یہی ہیں۔ ''سواد اعظم'' انہی کو کہا جاتا ہے' انہی کی راہ سیدھی اور مستقیم ہے بدعتیوں کو رسوا اور ذلیل کرنے والے یہی ہیں' ان کے مخالف اپنے عقائد کے اظہار پر بھی قادر نہیں ہیں' ان کے مباحثے دلائل سے خالی اور جدل و مکابرت سے پُر ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے نصوص ان کا ساتھ نہیں دیتے' ان کے ساتھ دشمنی اور فریب کرنے والوں کو خدا نیچا دکھائے گا اور ذلیل و رسوا کرے گا۔

ان کو گزند پہنچانے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ انہیں چھوڑنے والے ہرگز فلاح نہیں پا سکتے' ہر وہ شخص جو اپنے دین کا بچاؤ چاہتا اور حفاظت و صیانت کا متمنی ہے وہ ان کے ارشاد کا محتاج ہے۔ ان کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے والوں کی بینائی ضعیف ہے' ان کو سوائے ہٹ دھری' الزام تراشی اور یاوہ گوئی کے کچھ نہیں سوجھتا۔ سچ ہے ''ولا یستطیعون سبیلا'' (کہ کوئی ٹھکانے کی بات ان کو نہیں سوجھتی)۔

آپ مشرق کا رخ کریں یا مغرب کا' ان کو موجود پائیں گے اور ایک ہی صفات سے متصف' ایک ہی جادہ و منزل کے راہی اور ایک ہی دھن میں مصروف مشترک دشمن کے سامنے متحد' آفاق عمل کو وسعت دینے میں منہمک' نیکیوں کے حریص اور ان کے بیج بونے والے' گناہوں سے دور اور ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے' ہر برائی کے سامنے سینہ سپر' اللہ کے سپاہی يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کے مصداق' مولیٰ کریم ان کی مدد پر قادر ہے۔

بقول شخصے

هَيْهَاتَ أَنْ يَّاتِيَ الزَّمَانُ بِمِثْلِهِ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهِ لَبَخِيْلُ



''زمانہ ان کی مثال لانے سے عاجز اور درماندہ ہے' یقیناً زمانہ ان جیسے پاکیزہ خو اور تابندہ خصال افراد پیش ہی نہیں کر سکتا''۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان حق ترجمان ہے:

''کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی' اللہ ان کا حامی و ناصر ہوگا' ان کے بدخواہ اور دشمن انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے تا آنکہ قیامت آ جائے''۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ

اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ اس طائفہ سے مراد جماعت اہل حدیث ہے' جو لوگ رسول اللہ ﷺ کا دین حقیقی صورت میں مانتے ہیں اور آپ کے علم کی حفاظت کرتے ہیں' اگر یہ نہ ہوتے تو ہم باطل پرست معتزلہ' رافضی' جہمیہ' مرجیہ اور رائے قیاس والوں کے سامنے کوئی حدیث پیش نہ کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ منصور جماعت دین کی نگہبان اور پاسبان بنائی ہے' اس جماعت نے دشمنان دین اور اعدائے سنت کے دانت کھٹے اور ان کے ہتھکنڈے بے اثر کر دیئے ہیں' اس لیے کہ وہ شرع متین اور اسوہ پیمبر کو مضبوط تھامنے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی روش پر قائم ہیں۔ ان کا کام یہی ہے کہ حدیثوں کو حفظ کریں اور ان کی تلاش میں خشکی' تری' جنگل اور پہاڑ چھان ماریں' نہ کسی کی رائے قیاس کو دل میں وقعت دیں' نہ ہی کسی کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کریں۔

یہی وہ طائفہ منصورہ اور طبقہ مشہو دلھا بالخیر ہے جس نے سنت رسول ﷺ کو زبانی بھی یاد کیا اور عمل بھی اسی پر رکھا۔ ان کی زندگیاں' سیرت و کردار اور سوانح اس پر شاہد ہیں' ان کی بدولت جو اخلاقی انقلاب رونما ہوا اور جو تا حال ان کے پیروؤں کی زندگی میں موجود ہے' کائنات اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے' مگر مخالفت کرنے والے ان میں سے کسی چیز کو نہیں دیکھتے' انہوں نے اگر دل میں کسی کو بسایا ہے تو وہ حدیث رسول ﷺ ہے اور نقل بھی اسی کو کیا ہے' کھرے اور کھوٹے کو الگ الگ کر دکھایا ہے'

دین کو بالکل منقیٰ اور مجلّی کر دیا ہے (آج جس کا اقرار متشرقین بھی کرنے پر مجبور ہیں کہ علم رجال امت مسلمہ کی کرامت ہے) حقیقتاً یہ انہی لوگوں کا حصہ تھا اور یہی اس کے اہل تھے۔ بہت سے ملحدوں اور سازشیوں نے ہر چند چاہا کہ اللہ کا دین خلط ملط کر دیں اور دین کو مشکوک کر دکھائیں مگر اس پاک جماعت کی وجہ سے ان کی کچھ نہ چل سکی' انہوں نے ان کا سارا تاروپود کھول دیا' دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔

ارکان دین کے محافظ اور امور دین پر قائم یہی لوگ ہیں۔ جب موقع آ جائے یہ حدیث رسول ﷺ کے بچاؤ کے لیے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لے کر باہر نکل آتے ہیں' رات کے آخری حصہ میں اگر کوئی دین پر حملہ کرے تو صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے یہ اس کا جواب دے دیتے ہیں۔ یہی لوگ خدائی لشکر ہیں اور بالیقین' یہ خدائی لشکر ہی فلاح پائے گا۔

اصحاب حدیث کی مدح میں ایک اور فرمان نبوی ﷺ

ایک دوسری حدیث میں کچھ الفاظ مزید بھی مذکور ہیں'' کہ اس علم حدیث کو ہر بعد والے زمانے میں عادل لوگ لیں گے جو زیادتی کرنے والوں کی زیادتی' باطل پرستوں کی حیلہ جوئی اور جاہلوں کی معنی سازی اس سے دور کرتے رہیں گے۔

ایک شخص کا خواب

عظیم محدث امام احمد بن سنان فرماتے ہیں'' مجھے ایک شخص نے اپنا خواب یوں بیان کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دو جماعتوں کے درمیان تشریف فرما دیکھا' ایک حلقہ میں جبل استقامت' محبوب المومنین' عظیم محدث امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ موجود ہیں اور دوسرے میں ابن ابی داؤد۔

جبکہ نبی ﷺ قرآن مجید کی آیت: ﴿فَإِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''اگر یہ لوگ اس کے ساتھ کفر کریں'' پڑھتے ہیں اور آپ ﷺ ابن ابی داؤد اور اس کے رفقاء کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو اہل الرائے تھے۔

پھر پڑھتے ہیں: ﴿فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ﴾ ''ہم نے ایک ایسی قوم بھی اس کی طرفدار بنائی ہے جو اس کے ساتھ کبھی کفر نہیں کرسکتی''

اور آپ اشارہ کرتے ہیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف جو اہل حدیث ہیں۔

امام خطیب کا فرمان

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے اپنی تصنیف ''کتاب تاویل مختلف الحدیث'' میں بدعتی گروہ کے ان اعتراضات کو جو وہ اہل حدیث پر کرتے ہیں جمع کر کے مسکت اور دندان شکن جواب دیے ہیں۔ اگر ایک شخص نیک نیتی اور طلب صادق سے ان کو پڑھ لے' مزید یہ کہ اسے مولیٰ کریم کی طرف سے توفیق بھی مل جائے تو ان شاء اللہ ان کا پڑھنا از حد مفید رہے گا۔

اب میں بھی اپنی کتاب میں ان شاء اللہ بیان کروں گا کہ نبی ﷺ نے کس طرح لوگوں کو اپنی حدیثیں پہنچانے کا حکم فرمایا اور کیسی کیسی رغبتیں انہیں دلائی ہیں نیز یہ کہ آپ کی احادیث نقل کرنے کی کیا کیا فضیلتیں ہیں۔

پھر میں اس بارے میں صحابہ وتابعین اور علماء دین سے بھی جو کچھ وارد ہے اسے بیان کروں گا جس سے اہل حدیث کے فضائل ومحامد ان کے درجات ومناقب اور ان کی بزرگیاں معلوم ہوں گی۔

اللہ عزوجل سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں ان طالع ارجمند' نیک بخت و پاک نہاد اور برگزیدہ افراد کی محبت کی وجہ سے نفع دے اور انہی کے طریقہ پر زندہ رکھے اور اسی پر مارے' نیز انہیں کے ساتھ حشر فرمائے۔

''وہ خبر رکھنے والا' جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔



پہلا باب

احادیث مبارکہ یاد کرنے اور آگے پہنچانے کا حکم

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کسی شخص کو میرا ایک ہی فرمان یاد ہو تو بھی دوسروں تک پہنچا دے' بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں' مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہنے والا جہنمی ہے''۔ ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ ''بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں' میری احادیث بیان کرو اور مجھ پر جھوٹ نہ باندھو''۔ ❷

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: حاضر شخص غیر موجود کو پہنچا دے

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آگاہ رہو! ہر موجود شخص کو چاہیے کہ وہ غیر موجود کو پہنچا دیا کرے۔ بسا اوقات وہ آدمی جسے بات پہنچائی جاتی ہے پہنچانے والے سے زیادہ یاد رکھنے اور سمجھنے والا ہوتا ہے۔ ❸

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے جو حاضر ہیں' وہ غائب کو پہنچا دیں''۔ ❹

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم کی ترویج و اشاعت ہی علم کی زندگی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنا سراسر رحمت و برکت اور موجب سعادت ہے۔ احادیث طیبہ ایک ایماندار شخص کا

❶ (اس حدیث مبارکہ کی کئی اسناد ہیں)

❷ اس حدیث شریفہ کو علامہ خطیب نے تقریباً دس بارہ سندوں سے بیان کیا ہے۔

❸ ایک دوسری سند میں اتنی سی وضاحت بھی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمائے۔

❹ یہ طویل حدیث کا ایک اقتباس بیان کیا گیا ہے۔



تو بچاؤ ہیں' احادیث کا مطالعہ کرنے سے اسے قلبی آسودگی' ذہنی سکون اور روحانی قرار نصیب ہوتا ہے جبکہ ضدی اور ملحد شخص پر یہ خدا کی حجت ہیں' ان کے ذکر و بیان سے اس کا سینہ تنگ اور طبیعت منقبض ہو جاتی ہے۔

کسی امام نے کیا خوب کہا ہے کہ ''اعدائے دین پر سنت کے تیر چلاؤ' یہ ان کے لیے موت ہیں''۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب بدعتیں اور محدثات ظہور پذیر ہوتی ہیں اور علمائے کرام ان پر سکوت اختیار کر لیتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد وہ سنت سمجھی جانے لگتی ہیں۔ ❶

احادیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی دعا

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ''مولیٰ کریم! اس شخص کو ہنستا مسکراتا اور شگفتہ و شاداب رکھے جو ہماری حدیثیں سنے' حفظ کرے' پھر بلا کم و کاست من و عن دوسروں تک پہنچا دے۔

بعض حاملین فقہ (کوئی سمجھداری (حدیث) کی بات منتقل کرنے والے) فقیہہ (حدیث سے از خود مسائل نکالنے والے) نہیں ہوتے اور بعض فقہ والے جسے پہنچاتے ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ فقیہہ ہوتے ہیں۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منیٰ میں مقام خیف پر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ اور خوش و خرم رکھے اس بندے کو جو میری باتیں سنے' انہیں دل و دماغ میں جگہ دے' پھر انہیں دوسروں تک پہنچا دے جن تک وہ نہ پہنچ سکیں۔ کچھ حاملین فقہ' فقیہہ نہیں ہوتے اور بسا اوقات وہ لوگ جن تک فقہ پہنچائی جائے وہ پہنچانے والے سے زیادہ فقیہہ ہوتے ہیں۔ ❷

---

❶ اس حدیث کو مصنف کتاب نے متعدد اسناد سے بیان کیا ہے۔

❷ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جویان علم حدیث‘ شیفتگان سنت اور شائقین فرمودہ پیمبر کے چہروں پر تازگی و درخشندگی اور تابناکی و تابندگی کے روشن نقوش و آثار ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان خوش نصیبوں کے حق میں دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو لہلہاتا ہوا اور سرسبز و شاداب رکھے جو میری حدیث سنے اور سنائے۔

چالیس احادیث یاد کرنے والے کی فضیلت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری امت کے لیے چالیس حدیثیں‘ امور دین سے متعلق حفظ کر لے‘ روز قیامت اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو زمرہ علماء و طبقہ فقہاء سے اٹھائے گا۔

ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص میری امت کے رشد و ہدایت اور اصلاح و ارشاد کے لیے چالیس ایسی احادیث یاد کرے جن کی انہیں احتیاج و ضرورت ہو (یعنی حلال و حرام کے مسائل وغیرہ) مولیٰ کریم اسے عالم اور فقیہ لکھے گا اور ان کی ہمنوائی و ہم نشینی کے شرف سے بہرہ مند فرمائے گا“۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا جو شخص میری امت کے لیے میری سنتوں سے متعلق چالیس احادیث یاد کر لے‘ روز قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا۔

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شافع محشر ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص میری امت کے لیے ایک حدیث بھی یاد کرے جس سے اللہ پاک انہیں نفع دے‘ تو اس سے کہا جائے گا بہشت بریں کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا“۔



اصحاب الحدیث کی تکریم لازم ہے

ابو ہارون عبدی کہتے ہیں جب ہم سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی محفل میں آتے تو ہمیں دیکھ کر وہ باغ باغ ہو جاتے' چہک اٹھتے' خوشی سے جھوم کر ہمارا استقبال کرتے' گلے لگاتے اور مرحبا کہتے۔ پھر ہمیں مخاطب کر کے گویا ہوتے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بابت وصیت فرمائی ہے۔ ہم استفسار کرتے اے صحابی رسول! اے ہمدم مصطفیٰ! وہ وصیت کیا ہے؟ تو جواباً فرماتے ہم سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے بعد کچھ لوگ تم سے میری حدیثیں حاصل کرنے اور فرامین پوچھنے آئیں گے جب وہ تشریف لائیں تو تم لوگوں نے ان سے لطف وخوشی' مہر و وفا اور پیار و محبت کا معاملہ کرنا ہے ان سے عزت واکرام سے پیش آنا اور میری حدیثیں سنانا۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء سے فرماتے تمہارے پاس زمین کے اطراف و جوانب سے جوان لوگ احادیث طلب کرتے ہوئے' دامن علم پھیلائے کشاں کشاں چلے آئیں گے' تو جب یہ دلدادگان حکمت و دانش اور ارباب جنوں آئیں تو ان کی بھرپور خیر خواہی کرنا' کوئی کسر نہ چھوڑنا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب ان (طالبان حدیث اور وارفتگان سنت) نوجوانوں کو دیکھتے تو بے ساختہ فرماتے: اے شاہرائے علم کے راہیو! اے چمنستان علم کی عندلیبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر تمہیں مرحبا ہو۔ رحمت دو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حکم ہے کہ ہم تمہیں کشادگی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اپنی مجالس میں جگہ دیں۔ آپ کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں' تم ہمارے نائب اور خلیفہ ہو اور اہل حدیث ہمارے بعد ہمارے جانشین ہیں۔

جعفر بن مسلم کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہمارے (خوشہ چینان علم کے) اژدحام اور بھیڑ کی وجہ سے حضرت حسین جعفی گھبرا گئے' ان کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ گیا' اس پر غضبناک ہو کر کہنے لگے کہ جو شخص لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور انہیں اپنی طرف مائل

کرنے کے لیے حدیث تلاش کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا چند لمحات بعد جب ان کا غصہ فرو ہوا اور مزاج میں خنکی آئی تو اپنی سند سے حدیث بیان کی۔

کہ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو علم حدیث کی والہ وشیدا ہوگی' جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں توقیر وتعظیم دینا' اپنے قریب بٹھانا اور انہیں میری احادیث سنانا۔

اسلام پر غربت کا دور آنے کی خبر اور غرباء کو نوید

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام آغاز میں بھی اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی ہوکر رہ جائے گا۔پس غرباء کو خوشخبری ہو۔

(یعنی اسلام کی دعوت لوگوں کے لیے اچنبے کی بات تھی لوگ اس پر عمل کرنے والوں کو عجیب خیال کرتے تھے' قرب قیامت پھر اسی قسم کی صورتحال ہو جائے گی کہ اسلام پر عمل پیرا ہونا سفید کوا بننے کے مترادف ہو جائے گا)

ایک اور روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ راوی نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! غربا کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ میری سنتوں کو میرے بعد زندہ رکھیں گے اور انہیں خدا کے دوسرے بندوں کو بھی سکھاتے رہیں گے۔''

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو قبیلوں اور برادریوں سے خارج کر دیے جائیں گے''۔

حضرت عبدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد متقدمین اہل حدیث ہیں۔

میری امت ستر سے زائد فرقوں میں بٹ جائے گی

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل (یہود) اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر میں' جبکہ میری امت تہتر گروہوں میں منقسم ہو

جائے گی' سوائے ایک کے سب جہنمی ہوں گے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوئے اور میری امت کے بہتر ہوں گے' سب جہنمی ہیں' علاوہ ایک کے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اس حدیث کی توضیح وتشریح میں رقم طراز ہیں کہ اگر اس ناجی فرقہ سے مراد اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا اور کون ہیں؟

ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن بشر فرماتے ہیں

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے پیغمبر خدا! تہتر گروہوں میں سے نجات یافتہ جماعت کونسی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل حدیثو! وہ تم ہی ہو۔

ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!

میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی

سیدنا معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ غالب اور منصور رہے گی۔ ان کا بدخواہ انہیں کوئی نقصان اور گزند نہیں پہنچا سکے گا تا آنکہ قیامت بپا ہو جائے۔''

دوسری حدیث میں یوں ہے: ''ہمیشہ میری امت سے ایک جماعت حق پر رہے گی' ان کے دشمن ان کا بال بیکا نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت قائم ہونے تک میری امت سے ایک جماعت مسلسل حق پر رہ کر حق کا دفاع کرتی رہے گی''۔

امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر اس طائفہ منصورہ اور مشہود لھا بالخیر سے مراد جماعت اہل حدیث نہیں تو پھر

مجھے معلوم نہیں اور کون لوگ مراد ہیں؟

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح

امام موصوف اس حدیث کا محل متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق کے ساتھ فتح مند رہے گی' اعداء و حاسدین اور بداطوار افراد کی چشمک انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی''۔
میرے نزدیک اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ

امام موصوف سے بھی اس حدیث پر اسی قسم کا تبصرہ منقول ہے' بلکہ اس سے بڑھ کر' وہ فرماتے ہیں: ''اگر اس حدیث کا مراد و مقصود اور مصداق اہل حدیث نہ ہوں تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا''۔

امام احمد بن سنان رحمۃ اللہ علیہ

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس سے مراد اہل علم' اہل حدیث ہیں۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ

بھی اس حدیث سے مراد اصحاب الحدیث کو ہی لیتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں

کہ یہ فائز المرام جماعت اصحاب حدیث کی ہے۔

اہل حدیث کی عدالت کی پیش گوئی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حدیث کو ہر دور میں عادل لوگ (اخلاق و کردار کے اعتبار سے معیاری) حاصل کریں گے جو اس میں اضافہ و زیادتی کرنے والوں کی تحریف و تبدیل کو طشت ازبام کریں گے' باطل پسندوں کی حیلہ جوئی کا سد باب کریں گے اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔

یہی روایت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اس علم (حدیث) کو ہر زمانے میں عادل لوگ حاصل کرتے رہیں گے۔

ابراہیم بن عبد الرحمٰن عذری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ تاویل، تحریف اور خواہشات سے اسے پاک وصاف اور منزہ رکھیں گے۔ ❶

گواہ کی ثقاہت پر عجیب استدلال

اسماعیل بن اسحاق قاضی کے پاس ایک مقدمہ آتا ہے۔ مدعیٰ علیہ پیش ہوتا ہے اور مدعی کے دعوے کا انکار کرتا ہے۔ قاضی صاحب مدعی سے گواہ طلب کرتے ہیں، وہ دو شخصوں کے نام پیش کر دیتا ہے، ان میں سے ایک کو قاضی صاحب جانتے ہیں مگر دوسرے سے ناواقف ہوتے ہیں۔

مدعی کہتا ہے اس دوسرے کو بھی آپ جان لیں گے اور عادل وثقہ مان لیں گے۔ قاضی صاحب استفسار کرتے ہیں وہ کس طرح؟ کہا اس طرح کہ وہ حدیث کے علم سے آراستہ و پیراستہ ہے...... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم کو ہر زمانے میں چنیدہ، پسندیدہ اور عادل لوگ حاصل کریں گے...... تو آپ ہی کہیے جسے آپ عادل جانیں اس سے زیادہ عادل وہ نہیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعدیل وتوثیق فرمائیں؟

قاضی صاحب نے کہا: بالکل بجا فرمایا، جائیے آپ انہیں لے آیئے، میں ان کی شہادت قبول کروں گا۔



❶ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مھنا بن یحییٰ سوال کرتے ہیں کیا یہ حدیث موضوع تو نہیں، امام فرماتے ہیں نہیں بالکل صحیح ہے۔

اہل حدیث ہی درحقیقت آپ ﷺ کے جانشیں ہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور دعا فرمانے لگا: اے بار الٰہ! میرے خلیفوں پر رحمت کی برکھا برسا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے خلفاء اور نائبین کون ہیں؟ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ میرے خلفاء ہیں جو میرے بعد آئیں گے' میری حدیثوں اور میری سنتوں کو روایت کریں گے اور عوام الناس کو ان کی تعلیم دیں گے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں آج بتا دیتا ہوں کہ میرے' اصحاب کے اور مجھ سے پہلے انبیاء کے جانشین اور خلیفہ کون لوگ ہوں گے' یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم اور احادیث کو محض اللہ کی رضا مندی وخوشنودی اور اس کے دین کی خاطر حاصل کریں گے۔

امام اسحٰق بن موسیٰ حطمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اس امت میں جو بزرگی وشرف اور فضیلت ومنقبت اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو عطا فرمائی ہے کسی اور کو نہیں دی۔ خداوند قدوس نے بذات خود فرمایا ہے ''ہم انہیں اپنے پسندیدہ دین کی عزت وخدمت سونپیں گے''۔

سو' دین کی عزت وتکریم اسی جماعت حقہ کو نصیب ہوئی' ان کے سوا دوسرے خواہش پرستوں اور ہوس وآز کے بندوں کو یہ مرتبہ نہ مل سکا۔ یہ لوگ اگر رسول ﷺ کی ایک حدیث بھی بیان کریں یا کسی صحابی کا ایک اثر تک ذکر کریں تو کوئی ماننے کو تیار نہیں لیکن اصحاب حدیث کی عجیب شان ہے' احادیث رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم صبح سے شام تک برابر بیان کرتے رہیں' سب مانتے ہیں' سبھی قبول کرتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ یہ میدان انہیں فقیروں کا ہے' حدیث کی نسبت وتعلق کے سوا بھلا ان کے پاس ہے بھی کیا؟



اس جماعت کے حزم و احتیاط کا یہ عالم ہے کہ کوئی ذرا بدعقیدگی کی طرف جھکتا ہے وہیں اس کی حدیث چھوڑ دیتے ہیں اگر چہ وہ کیسا ہی سچا کیوں نہ ہو۔

اہل حدیث کے ایمان دار ہونے کی پیش گوئی

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ بتاؤ تمہارے نزدیک اچھے اور عمدہ ایمان والے کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: فرشتے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھلا وہ کیوں ایماندار نہ ہوں گے؟ وہ تو رب العالمین کے انتہائی قریبی واقفان حال ہیں' صحابہ نے کہا پھر انبیاء ہو سکتے ہیں' سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہیں لائیں گے؟ وہ تو خاصان الٰہ' محرم راز خدا اور مھبط انوار وحی ہیں' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم ہو سکتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا تم کیوں ایمان نہ لاتے' میں تم میں موجود ہوں (صبح شام تم وحی کا اترنا اور جبرائیل امین علیہ السلام کا آنا دیکھتے ہو میرے مواعظ سے تمہارے قلب و جگر جلا پاتے ہیں) پھر سید کائنات' امام الانبیاء ﷺ نے اپنے اٹھائے ہوئے سوال کا خود ہی جواب دیا۔ فرمایا تمام مخلوق میں سے عمدہ اور قابل رشک ایمان والی وہ جماعت ہے جو تمہارے بعد آئے گی' وہ لوگ دین کی باتوں کو صرف کتابوں میں موجود پائیں گے اور اس پر ایمان لے آئیں گے (کسی براہ راست ذریعہ سے وہ مستفید نہ ہو سکیں گے)۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' ہمیں مخاطب کر کے آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ تمہارے نزدیک سب سے افضل ایمان والا کون ہے؟ ہم نے عرض کیا' فرشتے ہیں' فرمایا وہ تو ہیں ہی اور انھیں تو ہونا بھی چاہیے' مولیٰ کریم نے انہیں جس مرتبہ پر رکھا ہے وہ انہیں کا خاصہ ہے' ان کے علاوہ اور کوئی بتاؤ؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول' انبیاء ہو سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ تو ٹھیک ہے اور انہیں ایسا ہونا بھی چاہیے' بھلا وہ کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے انہیں

نبوت و رسالت کا بلند مقام عطا فرمایا ہے' کسی اور کا نام لو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر ہماری سمجھ کے مطابق راہِ خدا میں شہید ہو جانے والے ہو سکتے ہیں' کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی خدمت کرتے ہوئے رتبہ شہادت سے ہمکنار فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ بھلا وہ ایسے کیوں نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت جیسی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا ہے' ان کے سوا اور بتلاؤ؟ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اب آپ ہی ارشاد فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے' میرے بعد آئیں گے' وہ مجھے نہیں دیکھیں گے لیکن مجھ پر ایمان لائیں گے۔ میری زیارت سے مشرف نہیں ہوں گے' البتہ میری تصدیق کریں گے۔ وہ کتابوں کے اوراق میں لکھا دیکھیں گے اور اس کے مطابق عمل کریں گے۔

شیخ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے' اس وصف کے سب سے زیادہ مستحق اور اس حدیث کے اعلیٰ مصداق ''اہل حدیث'' ہیں اور وہ جو ان کے راستہ پر ہیں۔

کثرت درود کی بنا پر اہل حدیث کو رسول اللہ ﷺ کا قرب

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریبی وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہوں۔''

امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ یہ زبردست بزرگی اور اعلیٰ فضیلت' یہ منقبت اور افتخار' احادیث کو روایت اور نقل کرنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے' اس لیے کہ روئے زمین پر کوئی جماعت ایسی نہیں' جو رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے میں علمائے حدیث سے بڑھ کر ہو۔ درود شریف لکھنے میں' نہ ہی پڑھنے میں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص مجھ سے کسی علم کو لکھے اور اس کے ساتھ ہی مجھ پر درود کے الفاظ بھی قلمبند کر لے تو جب تک

وہ کتاب قارئین کے مطالعہ میں رہے گی اسے اجر ملتا رہے گا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود تحریر کرے تو جب تک میرا نام اس کتاب کے صفحات و اوراق میں چمکتا رہے گا' اللہ کے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر محدثین کو اس جلالت وعظمت اور فائدہ کے علاوہ کچھ بھی نصیب نہ ہوتو یہی کیا کم ہے کہ جب تک ان کی کتابوں میں درود کے الفاظ مرقوم ہیں ان پر مولیٰ کریم کی رحمتیں نچھاور ہو رہی ہیں؟

امام محمد بن ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں نے اپنے والد محترم کو خواب میں دیکھا تو پوچھا ابا جان! آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے پوچھا کس عمل پر؟ فرمایا اس عمل پر کہ میں ہر حدیث میں "صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ لکھا کرتا تھا۔

ابو القاسم عبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں اور میرے والد گرامی ایک جگہ بیٹھ کر رات کے وقت حدیثوں کا "دور" کیا کرتے تھے' ایک مرتبہ وہاں پر نور کا ایک مینار دیکھا گیا جو آسمان کی بلندیوں اور رفعتوں کو چھو رہا تھا' ہم نے اس بارے علماء سے استفسار کیا کہ روشنی کے الاؤ کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ تو کہا گیا کہ حدیث کے آمنے سامنے بیٹھ کر پڑھنے کے وقت جو ان لوگوں کی زبان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکلتا تھا یہ سب اس کی برکت اور نور ہے۔



طالبان حدیث کے لیے نبوی بشارت اور نبی ﷺ تک ان کے سلسلہ سند کا وجود

سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم مجھ سے احادیث سنتے ہو' بعد والے لوگ تم سے سنیں گے اور ان سے مزید کچھ لوگ اخذ و استفادہ کریں گے۔ احادیث کی سماعت و تحدیث کا یہ روح پرور سلسلہ جاری رہے گا تا آنکہ ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپے کو پسند کریں گے اور بغیر طلب کیے گواہیاں دینے لگیں گے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے صحابہ! تم مجھ سے سنتے ہو' پھر تم سے ان احادیث کو سنا جائے گا بعد ازیں تم سے سننے والوں سے سنا جائے گا''۔

امام اسحاق بن راہویہ محدث فرماتے ہیں:

جو مسئلہ ان بیان کردہ تین کڑیوں میں ہو' اسے اثر کہتے ہیں' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''تم سنتے ہو پھر تم سے سنا جائے گا اور ان سننے والوں سے سنا جائے گا (یعنی سلسلہ ہائے) سند کی ان تین کڑیوں کی تصدیق و توثیق بزبان پیغمبر ﷺ ہے)

امام شفی اصبحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس امت پر تمام چیزوں کے خزانے کھول دیے جائیں گے یہاں تک کہ حدیث کے خزانے بھی کھول دیے جائیں گے۔



اسناد کی فضیلت واہمیت جو کہ امت محمدیہ ﷺ کا ہی خاصہ ہے

امام مطر رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اَوْ اَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ'' ''یا علم کا نشان'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سندِ حدیث ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان ((وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ)) ''یہ نصیحت ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے'' کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سندِ حدیث یعنی محدث کا یہ کہنا ہے (حدثنی ابی عن جدی) مجھے میرے والد صاحب نے حدیث بیان کی' انہیں میرے دادا نے سنائی۔

امام ابوبکر بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے اپنے اسلاف سے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے ساتھ صرف اسی امت کو مخصوص فرمایا ہے' ان سے قبل یہ تین اختصاص کسی امت کو عطا نہ ہوئے۔ ❶ اسناد ❷ انساب ❸ اور اعراب (یعنی حدیث وغیرہ کی سند بیان کرنا' راویوں وغیرہ کے نسب نامے محفوظ رکھنا' الفاظِ حدیث وغیرہ پر اعراب لگانا اور بیان کرنا)۔

محمد بن حاتم بن مظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سند امت محمدیہ کا طغرائے امتیاز ہے' اللہ تعالیٰ نے اسناد کی بزرگی و شرف کے ساتھ صرف اسی امت کو مخصوص اور سرفراز فرمایا ہے۔ گزشتہ اور موجودہ' نئی و پرانی تمام امتوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی اسناد نہیں' (بقول شخصے: ''سند امت محمدیہ کی کرامت ہے'' جس کا اقرار غیر مسلم مستشرقین نے بھی جا بجا کیا ہے۔ از مرتب) اُن کے ہاتھوں میں صرف کتابیں ہیں' جن کا کوئی اتا پتا نہیں' جو بے سرو پا باتوں سے اٹی

ہوئی ہیں' بس ہوا میں اڑتی ہوئی باتیں ہیں' جنہیں ان کے علماء نے گڈ مڈ کر دیا ہے' ان کے پاس کوئی ایسا پیمانہ اور معیار و کسوٹی نہیں جس کے ذریعے وہ توراۃ و انجیل کی اصلی آیتوں اور علماء تراشیدہ جملوں میں تمیز کر سکیں۔

اس کے برعکس یہ امت حدیث رسول اور فرمودہ پیغمبر کو صرف ان بزرگوں سے ہی لیتی ہے جو اپنے زمانے کے ثقہ' عادل نیز سچائی اور امانت داری کی شہرت رکھنے والے ہوں جو اپنے جیسے راست بازوں' امین و ثقہ افراد سے ہی روایت کریں پھر ان کے اساتذہ بھی انہیں اوصاف حمیدہ اور نعوت عالیہ سے متصف ہوں اور یہ سلسلہ طلائے ناب آخر تک برقرار رہے۔

باوجود اس حزم و احتیاط اور کڑی شرائط کے پھر بھی کامل غور و خوض کرتے ہوئے مزید چند در چند باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے مثلاً یہ کہ کون سا راوی کس سے بڑھ کر ضبط و اتقان والا ہے' کس کا حافظہ قوی ہے' کسے اپنے استاد کی خدمت و صحبت میں زیادہ ٹھہرنا میسر ہوا ہے اور کسے کم۔ پھر یہ کہ انہوں نے یہ روایت عمر کے کس حصہ میں کی ہے' آیا اس وقت جبکہ وہ جوان اور مضبوط قویٰ کے مالک تھے یا اس وقت جب اعصاب مضمحل ہو چکے تھے وغیرہ۔

ان سب باتوں کی پوری دیکھ بھال اور صحیح علم رکھا جاتا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ ایک ایک حدیث کو بیس بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ طرق سے اکٹھا کیا جاتا ہے اور ہر طرح کی غلطیوں اور لغزشوں سے پاک صاف کر کے حروف کو خوب محفوظ کر کے الفاظ کو اچھی طرح یاد کر کے بلکہ گن گن کر روایت کیا جاتا ہے۔

المختصر: اس امت پر اللہ تعالیٰ کے جملہ احسانات اور عظیم نعمتوں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم اس نعمت عظیمہ پر تشکر و امتنان سے سرافگندہ ہیں' سجدہ شکر بجا لاتے ہیں اور ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں اور جو افعال و اعمال اس کی نزدیکی و قرب کے حصول کا ذریعہ اور اس کے پاس عزت دلوانے والے ہوں' ان کی توفیق کے طالب ہیں۔ حمد و ثنا اور

تعریف و توصیف کے سزاوار مولیٰ سے التجا ہے کہ ہمیں اپنی فرمانبرداری اور دین کو مضبوطی سے تھام رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ان جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنے باپ' بھائی یا اپنی اولاد کا بھی لحاظ رکھے بلکہ علم حدیث میں جو ان کی حالت ہوتی یہ پاک نہاد لوگ اسے کھول کر بیان فرما دیتے۔

امام علی بن عبداللہ مدینی کو دیکھ لیجئے۔ وہ اپنے زمانے میں فن حدیث کے مسلم امام ہیں ان سے اپنے والد کے حق میں ایک حرف بھی ان کی تقویت کا نہیں نکلا بلکہ اپنے باپ پر اس کے برخلاف ان کی جرح مروی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی اس عطا کردہ توفیق پر سراپا شکر ہیں۔

احکام شریعت پہچاننے کا ذریعہ صرف اسناد ہی ہے

امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَاشَاءَ ''سند دین ہے' اگر سند نہ ہوتی تو ہر کہنے والا جو اس کے جی میں آتا کہہ دیتا۔

امام موصوف کا ہی فرمان ہے ''جو شخص کسی دینی حکم کو سند کے بغیر تلاش کرتا ہے' اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنا چاہتا ہو۔

محمد بن شادان جوہری ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سند پوچھتے ہیں' جسے وہ بھول گئے تھے' تو آپ نے فرمایا: جانتے ہو' ابوسعید الحداد رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ سند زینے کی مانند ہے' جب زینے پر چڑھتے ہوئے قدم پھسلا تو گر پڑو گے اور رائے قیاس کی مثال بے اصل چیز کی طرح ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سند مسلمان کا ہتھیار ہے' جب ہتھیار ہی کسی کے پاس نہ ہو تو لڑے گا کیا؟

اہل حدیث ہی امانت نبوی ﷺ کے حامل ہیں

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

کہ امم سالفہ میں ایسے افراد کا نشان تک نہیں ملتا جو اپنے رسولوں کی احادیث و فرمودات کو حفظ کرنے والے ہوں۔ یہ وصف اور عظیم سعادت صرف اسی امت کے حصہ آئی۔ ایک شخص نے کہا ''حضرت یہ لوگ کبھی تو بے اصل اور غیر صحیح حدیث بھی بیان کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا گو وہ بیان کریں لیکن ان کے علماء اور راسخین فن صحیح و سقیم کی پوری معرفت رکھتے ہیں۔ ایسی غیر صحیح اور غیر ثابت روایات کو محض اسی لیے بیان کیا جاتا ہے کہ بعد کے ادوار میں آنے والے لوگ دھوکہ نہ کھائیں اور انھیں اس امر کی پوری صراحت ہو جائے کہ حضرات محدثین نے خوب چھان بین کر لی ہے اور احادیث کو حفظ کر کے حکم لگا دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ابو زرعہ پر رحم کرے۔ بخدا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو حفظ کرنے میں بے حد تکلیف اور صعوبت برداشت کی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی کوششیں اور کاوشیں بہت بڑھی ہوئی تھیں اور ان کا جہاد قابل تحسین تھا۔

امام عبداللہ بن داؤد ضریبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے اماموں اور قدسی وملکوتی صفات کے حاملین اکابر و اساتذہ سے سنا ہے' وہ فرماتے تھے کہ اہل حدیث اور علم حدیث کے جاننے والے دین خداوندی کے امین اور اس کے نبی کی سنتوں کے محافظ ہیں جب تک اس کا علم وعمل اور اذعان و یقین ان میں رہے۔

کہمس ھمدانی فرماتے ہیں:

جو شخص اہل حدیثوں کو دین کا محافظ و پاسبان نہ مانے وہ ان بدنصیبوں میں ہے

جو اللہ کے دین کو دین نہیں جانتے۔ ذرا غور کریں خود خداوند جل مجدہ اپنے نبی ﷺ کو فرما رہے ہیں ﴿الله نزل احسن الحديث﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہت عمدہ حدیث نازل فرمائی ہے''۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حدیث بیان کی جبرائیل علیہ السلام نے وہ روایت کرتے ہیں اللہ عزوجل سے۔

اہل حدیث ہی دین کے حامی و ناصر اور پاسبان سنت ہیں

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرشتے آسمانوں کے چوکیدار ہیں اور اہل حدیث زمین کے پاسبان ہیں۔

سیدنا یزید بن ذریع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر دین کے شہسوار ہوتے ہیں اور اس دین کے شہسوار اہل حدیث ہیں جو کہ اسناد کے نگہبان ہیں۔

قاسم بن نصر مخرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور امام یحییٰ بن معین محدث رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے سرہانے کھڑے ہوئے مورچھل (بڑا پنکھا) جھل رہے ہیں' صبح آ کر وہ اپنا یہ خواب ذکر کرتے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا اس کی تعبیر تو ظاہر و باہر ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ پر سے جھوٹی باتوں کو دور کرتے ہیں۔

اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں

ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگوں کا ازدحام دیکھ کر امام سلیمان بن مہران نے پوچھا یہ لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی میراث کی تقسیم کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

اہل حدیث کی جماعت کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے: اے انبیاء کے وارثو! تمہاری معاشی حالت ایسے ہی دگرگوں رہے گی (یعنی دنیوی تنگی)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں جب کسی حدیث جاننے والے کو دیکھ لیتا ہوں تو اتنا مسرور ہوتا ہوں گویا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو دیکھ لیا ہے۔

بھلائیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے والے اہل حدیث ہیں

ابراہیم بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے کہ بھلائی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے کون لوگ ہیں؟ جواباً فرماتے ہیں وہ ہم ہی ہیں' کیونکہ ہمارے ہر چھوٹے بڑے' عامی و عالم کی زبان پر ایک صدا اور ایک ہی نعرہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کرو اور اسے نہ کرو۔

امت کے بہترین لوگ

امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ' امام یحییٰ بن آدم کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے ہیں اہل حدیث سے بہتر کوئی قوم نہیں۔ ان کا ایک ایک فرد مجھ سے ایک حدیث کی بابت بار بار دریافت کرتا رہتا ہے حالانکہ اگر یہ چاہیں تو مجھ سے سنے بغیر ہی میرا نام لیکر حدیث بیان کر دیں۔ (سبحان اللہ! کس قدر دیانتداری ہے اور امانت دین پہنچانے میں کتنی حزم و احتیاط ہے)

ایک مرتبہ امام موصوف کو فریفتگان سنت اور تشنگان حدیث گھیر لیتے ہیں ان کی

کثرت و ازدحام سے تنگ آ کر امام صاحب جھنجھلا کر کہتے ہیں یہ شیطان کے سر کیا کر رہے ہیں؟ لوگ ادھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ جب طبیعت میں قدرے سکون اور ٹھہراؤ آتا ہے تو فرمانے لگتے ہیں میری دانست کے مطابق اس کرہ ارضی پر کوئی قوم ان سے بھلی نہیں۔انہیں میری حدیث معلوم ہے لیکن ان کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ جب تک براہِ راست مجھ سے سن نہ لیں میرا نام لے کر روایت نہیں کریں گے حالانکہ اگر یہ لوگ روایت کرنا چاہیں تو انہیں کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟

حضرت حفص رحمۃ اللہ علیہ

سے ایک دفعہ کچھ لوگوں نے کہا اے ابو عمر! دیکھیے تو یہ طالب حدیث کیسے بگڑ گئے؟ آپ نے فرمایا بہرصورت یہ لوگ بہترین اور ڈھیروں خوبیوں سے آراستہ ہیں۔

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اہل حدیث جماعت سے کوئی جماعت بہتر نہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا حدیث ہے' حدیث کے سوا یہ کچھ جانتے ہی نہیں' ہمہ وقت حدیث کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

امام ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علمی باتیں جن لوگوں نے کی ہیں ان میں سب سے بہتر باتوں والے اہل حدیث ہی ہیں۔

ولید بن مسلم فرماتے ہیں:

جب ہم نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث حاصل کر لیا اور اپنے وطن کی طرف رخت سفر باندھا تو آپ ہمیں الوداع کہنے کے لیے کوئی دس بارہ میل تک پیدل آئے' ہم نے عرض کیا: جناب اس پیرانہ سالی میں یہ تکلیف گوارا نہ کریں' ہمارے لیے یہ بڑی شرم کی بات ہے' تو فرمانے لگے' ایسا مت کہو اور چلے چلو۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ

جماعت جس پر اللہ تعالیٰ فخر کرتے ہیں اور وہ جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل ہے تمہارے سوا کوئی اور ہے تو میں ضرور ان کی ہمراہی اختیار کرتا اور انہیں رخصت کرتا' لیکن میں جانتا ہوں کہ روئے زمین پہ بسنے والی تمام مخلوقات میں سے تم افضل لوگ ہو۔

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

نے ایک مرتبہ اصحاب حدیث کو دیکھا کہ وہ ایک محدث کے پاس سے چلے آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں قلمدان ہیں تو فرمانے لگے اگر یہ سچے اور معیاری انسان نہیں تو پھر مجھے معلوم نہیں انسان کہتے کسے ہیں؟

عثمان بن ابو شیبہ رحمۃ اللہ علیہ:

نے بعض اصحاب حدیث کو حالت اضطراب اور عالم پریشانی میں دیکھ کر فرمایا ''ان کا فاسق و گنہگار شخص بھی دوسروں کے عابدوں' زاہدوں اور شب زندہ داروں سے اچھا ہے''۔

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ:

ایک صبح گھر سے نکلتے ہیں' کیا دیکھتے ہیں کہ صبح دم ہی اہل حدیث کی جماعت دروازہ پہ موجود ہے۔ خوشی سے جھوم کر فرماتے ہیں ''روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی نہیں صبح ہی صبح گھر سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سننے لگے۔''

اولیاء اللہ اور ابدال کون؟

صالح بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو میں نہیں جان سکتا کہ ابدال اور کون ہوتے ہیں؟ نیز فرماتے ہیں:

امام صالح رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صاحب عدالت صرف وہی نہیں جو مال' جان اور عزت وغیرہ معاملات میں

عدل کرے بلکہ ان سے کہیں بڑھ کر عدالت والا وہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرے تو مان لی جائے۔ اس شخص کو حدیث کے بیان میں سچا اور عادل جانا جائے''۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو پھر ابدال اور کون ہوں گے؟

خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر قرآن و حدیث پہ جان چھڑکنے والے بھی اولیاء اللہ نہیں تو یقین کر لینا چاہیے کہ زمین اولیاء اللہ سے خالی ہے۔

امام ابن عیینہ اکثر کہا کرتے تھے:

میری اتنی عمر صرف اہل حدیث کی دعاؤں سے ہوئی ہے۔

محمود بن خالد نے ایک مرتبہ ابوحفص عمرو بن ابوسلمہ سے استفسار کیا' کیا آپ حدیث بیان کرنا پسند فرماتے ہیں؟ جواب دیا ''کیا کوئی ایسا بھی ہے' جو نیک کار' صالح لوگوں کے دفتر سے اپنا نام کٹوا دینا چاہتا ہو؟''

اسلام کی بقا اہل حدیث ہی سے ہے

حفص بن غیاث رحمہ اللہ:

کے پاس کچھ لوگ تشریف فرما تھے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ ان طالب علموں کے دلوں میں یہ حرص نہ ڈالتے تو یہ کام کب کا مٹ چکا ہوتا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

اگر اہل حدیث کی یہ جماعت نہ ہوتی اور یہ لوگ احادیث کو جمع نہ کرتے' تو اسلام بے نشان ہو جاتا اور لوگ احادیث سے متعارف نہ ہوتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم تین چار اشخاص امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ کے باب علم پر تھے' آپ فرمانے لگے کہ حدیث میں جو آیا ہے "کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کے ساتھ غالب رہے گی' ان کے مخالفین ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے"۔ تو اُس سے مراد میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تم ہو یعنی اہل حدیث۔ دیکھو! تجارت پیشہ افراد اپنی سوداگری اور تجارت میں منہمک ہیں' کاریگر لوگ اپنی صنعت میں مصروف ہیں' بادشاہ لوگ اپنی اپنی سلطنت میں مشغول ہیں مگر ایک تم ہو کہ دن رات' صبح و مساء سنت رسول ﷺ کے حصول کی دُھن میں غلطاں و پیچاں اس کو رواج دینے اور اس کو لوگوں کی زندگیوں میں لے آنے کی فکر میں ہر وقت گھلتے رہتے ہو۔

ایک شاعر محدثین کے قلمدانوں کا وصف یوں بیان فرماتے ہیں: اللہ کے دین کی روشن قندیلوں کو ہاتھ میں لیے' حدیث رسول اللہ ﷺ کو فروغ دینے والے' قریہ قریہ اور نگر نگر پھر رہے ہیں۔

ہر متقی' پرہیزگار' راست باز اور متدین عالم سے حدیث رسول اللہ ﷺ سیکھتے ہیں' ان کے قلمدان نورانی اور روشن ہیں۔ یہ احادیث ہر ایک کی ضرورت ہیں نہ ان سے فقہ کا عالم مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ احکام میں لکھنے والا مصنف۔

امام عبدالعزیز بن ابوداؤد رحمہ اللہ

نے ایک نوجوان کو اخذ حدیث کے لیے اپنی جانب آتے دیکھ کر فرمایا: لوگو! تم نہیں دیکھتے' ان کے ہاتھ میں اسلام کی قندیلیں ہیں' یہ ایمان کے روشن چراغ ہیں پرہیزگاروں کے نشانات ہیں۔



دوسرا باب

اہل حدیث کا برحق ہونا

خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے چار چیزوں کو چار گروہوں میں پایا' کفر کو جہمیہ میں' علم کلام اور فضول بحث وتمحیص کو معتزلہ میں' جھوٹ اور دروغ گوئی کو رافضیوں میں اور حق کو اہل حدیثوں میں۔

ولید کرابیسی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنی وفات کے قریب اولاد کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں ''کیا تم علم کلام' مناظرے اور باتیں بنانے میں مجھ سے زیادہ عالم کسی کو جانتے ہو؟'' انہوں نے کہا نہیں' پھر فرمانے لگے: ''کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں' فرمایا اگر میں تمہیں کوئی وصیت کروں تو مان لو گے؟ جواب دیا کہ ہاں' فرمایا: غور سے سنو! تم اہل حدیث کے مذہب کو مضبوطی سے تھام لو' میں نے تو حق کو انہیں کے ساتھ دیکھا ہے' ان کے کبار محدثین کا تو کیا ہی کہنا۔ ان کے چھوٹے لوگ بھی حق گوئی کے جذبات سے اس قدر معمور ہیں کہ بڑے بڑوں کی غلطیاں نکال کر صاف بیان کر دیتے ہیں' ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔

عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں:

جو شخص حدیث کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کی باتوں میں لوگوں کو الجھاتا ہے اس کا انجام گمراہی اور ضلالت ہی ہوتا ہے۔



اہل حدیث ہی فرقہ ناجیہ ہیں

رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے ہول وخوف اور مختلف مقامات کی سرزنش سے سب سے زیادہ محفوظ رہنے والے اور امن وراحت پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہوں گے۔''

امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر روئے زمین پر کوئی گروہ نجات یافتہ ہے تو وہ یہی طالبان حدیث ہیں' علم حدیث کے متلاشی۔

ابو مزاحم خاقانی:

کے اشعار کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے جو انہوں نے اہل حدیث کی مدح میں کہے ہیں: کہ اہل حدیث ہی نجات سے بہرہ مند ہونے والے ہیں بشرطیکہ وہ حدیث کے عامل اور اس امانت کی پوری ادائیگی کریں۔

تمام بنی نوع انسان میں افضل و اعلیٰ یہی ہیں جب تک فتنوں سے بچتے رہیں۔ ان میں سے جو انتقال کر جائے وہ درجہ شہادت پر فائز ہوتا ہے (کیونکہ یہ لوگ پوری زندگی طلب حدیث میں سرگرداں رہتے ہیں اور طلب علم میں مرنے والا شہید ہوتا ہے) اور اس کی قبر باغیچہ جنت بن جاتی ہے۔

شاذان بن یحییٰ فرماتے ہیں:

جو لوگ حدیث پر عامل ہیں' ان کے منہج و راستہ سے اچھا راستہ جو جنت کی طرف جاتا ہو میں نہیں جانتا۔

حسن بن علی تمیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اثنائے طواف میرے دل میں خیال آیا' روز قیامت سب سے آگے کون لوگ

ہوں گے؟ اچانک ایک غیبی آواز آئی کہ اہل حدیث ہوں گے۔

طلب حدیث کی فضیلت

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا قرآن کریم میں بھی اہل حدیث کا ذکر ہے۔ فرمایا کیوں نہیں؟ کیا آپ نے یہ آیت نہیں سنی ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ ''تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب وہ ان کے پاس آئیں' ڈرائیں''

اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو علم دین کی سمجھ حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرے اور سیکھ لینے کے بعد اپنی قوم کی تربیت وتذکیہ کرے۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ:

قرآن پاک کی آیت ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ ''ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو ان کے پاس جا کر ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں'' (التوبہ:۱۲۲) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اس سے مراد اصحاب حدیث ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اہل حدیث کے رحلات (وہ سفر جو حصول حدیث کے لیے کیے جاتے ہیں) کی بنا پر امت سے بلائیں اور آفتیں دور فرما دیتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولیٰ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں موجود لفظ ''اَلسَّائِحُوْنَ'' کی تفسیر ''حدیث کے طالب علم'' ہیں۔

امام علی بن معبد رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے:

''یہ پراگندہ اور غبار آلود بالوں والے' میلے کپڑوں والے سادہ پوش' کمزور اور

پچکے گالوں والے بھی اگر ثواب کے مستحق نہیں تو اللہ کی قسم یہ صریح ناانصافی ہے۔

شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! ہمارا عقیدہ ہے اور اس میں ہمیں ذرہ بھر شک نہیں کہ حدیث کے طالب علم اجر کثیر کے مستحق ہیں اور کم از کم فائدہ ان حضرات کو یہ ہے جو امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے: اگر علم حدیث کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہو تو یہی کیا کم ہے کہ یہ علم شریف اسے بدعقیدگی والحاذ بدعت و محدثات اور ریب و تردد سے تو ضرور روک دے گا۔

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

سے کسی نے پوچھا کچھ لوگ حدیث لکھتے' پڑھتے تو ہیں مگر اس کا اثر ان پر دکھائی نہیں دیتا اور نہ ان کا وقار ہی ہوتا ہے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا مآل و انجام اس علم کا خیر و برکت ہی ہے۔

امام ایوب رحمۃ اللہ علیہ:

جب کسی ایسے شخص کے انتقال کی خبر موصول ہوتی' جس نے اپنی عمر عزیز کو طلب حدیث اور فروغ حدیث میں کھپایا ہوتا' تو وہ بہت صدمہ کرتے' رنج و غم سے نڈھال ہو جاتے' ان کا چہرہ غمگین اور افسردہ ہو جاتا لیکن جب کسی عابد کے مرنے کی خبر ملتی تو یہ چیز ان کے چہرے پر نہ دیکھی جاتی۔

دنیا و آخرت کا فائدہ حدیث میں ہے

سہل بن عبداللہ زاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص دنیا و آخرت کی بھلائی کا خواہاں اور متلاشی ہے وہ حدیث تحریر کیا کرے اس میں دونوں جہانوں کی منفعت اور فائدہ ہے۔

عبداللہ بن داوُد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس شخص کے پیش نظر علم حدیث سے حصول دنیا اور نفع عاجل' ہو سوا سے دنیا مل جائے گی مگر آخرت سے محروم رہے گا اور جس شخص کا نصب العین علم حدیث کے پڑھنے پڑھانے سے آخرت ہو' مولیٰ کریم اسے محروم نہیں فرماتے اور دنیا بھی بقدر ضرورت مل ہی جاتی ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

حدیث مبارکہ کا سماع دنیا کے طلبگار کے لیے عزت کا باعث ہے اور آخرت کے خواستگار کے لیے رشد و بھلائی کا سبب ہے۔

احمد بن منصور شیرازی:

نے کسی کے اشعار ذکر کیے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

''لوگو! حدیث کو مضبوط تھام لو کیونکہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ چونکہ دین خیر خواہی اور دوسروں کی بھلائی چاہنے کا نام ہے' بایں وجہ میں نے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے تمہاری ضروری خیر خواہی کر دی ہے۔

ہم نے تو تمام فقہ اور عقل و دانش کا سرچشمہ حدیث و روایت ہی کو پایا ہے انسانی زندگی کے مختلف مراحل میں پیش آمدہ مسائل اور تمام لغات اسی میں موجود ہیں۔

میری راتوں کا انیس باسند احادیث کا ذکر و بیان ہے۔ جان لو کہ ہر قسم کے فوائد سے بہترین فائدہ علم کا ازبر کرنا ہے۔ جس نے حدیث کی جستجو کی اور اس کی طلب میں جگر مارا گویا اس نے فضیلت کے خزائن سمیٹ لیے اور ہمیشہ رہنے والی چیز جمع کر لی۔

لوگو! ان روایتوں کو حرز جاں اور ورد زباں بنا لو' جنہیں امام مالک' امام شعبہ

امام ابن عمرؒ، امام ابن زیدؒ، امام سفیانؒ، امام یحییٰؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق اور امام ابن الفرات رحمہم اللہ جیسے سکہ بند، ثقہ پاک نفوس و پاک نہاد لوگ روایت کرتے ہیں۔

ہمارے آئمہ تابندہ ستاروں کی مانند ہیں کیا بھلا کوئی شخص ان نورانی تاروں سے بھی ان بن رکھ سکتا ہے؟

شاہان اسلام اہلحدیث کی خدمت میں پیش پیش

خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین، عمر ثانی جناب عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حمص کے گورنر کے نام فرمان جاری کیا کہ اہل صلاح و خیر کا بیت المال سے اتنا حصہ مقرر کر دو کہ وہ بے پرواہ ہو جائیں تاکہ قرآن و حدیث کے علم کی ترویج و اشاعت سے انہیں کوئی چیز مشغول نہ کر سکے۔

اولاد کو علم حدیث دلوانا

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ:

کے پاس ایک شخص کا گزر ہوا، وہ اس وقت درس حدیث فرما رہے تھے اور ان کے حلقہ تلمذ میں نوخیز اور کم عمر افراد کی کثرت تھی، وہ شخص گویا ہوا کہ آپ ان نوعمر لوگوں کے سامنے حدیثیں بیان فرماتے ہیں، اس سے کیا حاصل؟ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا یہی لوگ تمہارا دین تمہارے لیے حفظ کریں گے۔

امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ:

جب اہل حدیث نونہالوں کو ہاتھوں میں قلم و قرطاس تھامے ہوئے دیکھتے تو انہیں ٹھہرا کر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے، یہ ہیں دین کے پودے اور نرسری۔ جن کی بابت فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ”کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ نئے نئے پودے

لگا تار ہے گا، جن سے دین خداوندی مضبوط ہوتا رہے گا"۔

یہ لوگ گو آج نو عمر اور تم میں چھوٹے ہیں لیکن عنقریب تمہارے بعد یہی لوگ عمر اور عزت میں بڑے ہوں گے۔

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

قریش کی ایک جماعت کو فرماتے ہیں: "تم نے ان بچوں کو الگ کیوں بٹھا رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو ان کو مجلس میں جگہ فراہم کیا کرو۔ انہیں حدیثیں سنایا کرو اور خوب مطلب سمجھایا کرو، آج اگرچہ یہ چھوٹے ہیں لیکن کل سردار بن جائیں گے۔ تم بھی کبھی قوم کے چھوٹے تھے، لیکن آج بڑے ہو"۔

حدیث پڑھنے کے لیے بچوں پر جبر کرنا

عبداللہ بن داؤد فرماتے ہیں:

انسان کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو حدیث کی سماعت اور تعلیم کے لیے مجبور کرے۔ دین علم کلام اور فلسفہ میں نہیں بلکہ صرف اور صرف احادیث رسول اللہ ﷺ میں ہے۔ امام موصوف سے یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

ایک اور روایت میں اتنا اضافہ بھی ہے "حدیث آخرت کے طلب گاروں کے لیے آخرت ہی کا توشہ ہے"

حفظ حدیث کے لیے اولاد کی دلجوئی کرنا

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

کہ میرے والد گرامی مجھ سے فرمایا کرتے بیٹا تم حدیث سیکھو اور یاد کرو، ایک ایک حدیث کے یاد کرنے پر تمہیں ایک ایک درہم انعام ملے گا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح بہت سی حدیثیں یاد کر لیں"۔

حدیث نہ سننے والوں پر آئمہ کی مذمت

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ:

جب کسی شیخ کو دیکھتے کہ وہ حدیث نہیں لکھتے تو فرماتے ''اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی طرف سے بھلا بدلہ نہ دے''۔

امام سلیمان بن مہران اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب تم کسی عالم کو دیکھو وہ قرآن کریم نہیں پڑھتا اور نہ ہی حدیث شریف لکھتا ہے تو اس سے دور رہو وہ ''شیخ القمر'' ہے۔

توضیح: شیخ القمران' دہریہ لوگوں کو کہتے ہیں' جو چاندنی رات میں جمع ہو کر تاریخی واقعات میں غور و خوض کرتے ہیں اور دور دور کی کوڑیاں لاتے ہیں مگر مسائل دینیہ میں ان کی جہالت و نارسائی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں جانتے۔

تا زندگی کتابت حدیث کرنا

امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ:

سے کسی نے استفسار کیا کہ آپ کب تک حدیث لکھتے رہیں گے؟ فرماتے ہیں شاید کوئی روایت جس سے مجھے اور امت کو نفع پہنچے میں نے اب تک نہ سنی ہو۔

جبل استقامت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

سے سوال ہوتا ہے کہ آدمی حدیث کب تک لکھتا رہے؟ جواباً فرماتے ہیں: مرتے دم تک نیز آپ فرمایا کرتے تھے ''میں تو قبر میں جانے تک طالب علم ہی رہوں گا''۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

سے سوال ہوا کہ کیا اسی برس کی عمر کا آدمی بھی حدیث لکھے؟ فرمایا: ''جب تک

اس کی صحت عمدہ اور زندگی اچھی ہے"۔

اہل حدیث ہی مضبوط دلائل رکھتے ہیں

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے:

میرے اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک پردہ حائل ہے' جب چاہوں اسے اٹھادوں اور انہیں دیکھ لوں (یعنی میں حدیث کی معرفت رکھتا ہوں اور اس مقدس ذخیرہ میں جہاں آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز کا روح پرور تذکرہ موجود ہے' وہاں آفتاب رسالت کی روشن روشن کرنوں اور گلستان نبوت کے مہکتے پھولوں کا بھی ایک ایک رخ بیان ہے' سو جب میرا جی کرتا ہے ان سے ہم کلام ہو جاتا ہوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن کریم جاننے والا شخص بڑی قدر و منزلت اور نصیبے والا ہے۔ فقہ جاننے والا بڑی شخصیت کا حامل ہے اور حدیث پڑھنے پڑھانے والا انسان قوی دلائل اور مضبوط براہین سے آراستہ اور مزین ہے۔

ابو عروبہ حرانی کا ارشاد ہے:

جو شخص فقہ سے تو واقف ہو مگر حدیث سے کورا ہو وہ تو لنگڑا ہے۔



علم حدیث میں رغبت کرنے والا شخص اور عدم دلچسپی کا شکار' آئمہ کی نظر میں

امام زہری رحمہ اللہ:

نے ایک مرتبہ امام ہذلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو حدیث سے محبت ہے اور حدیث پڑھنا پڑھانا بھلا معلوم ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں۔ مزید فرماتے ہیں' مرد حدیث کو پسند کرتے ہیں اور نامرد اس سے کنی کتراتے ہیں۔ گویا طالبان حدیث مرد ہیں اور حقیقی علمی میراث انہی کے ہاتھ میں ہے۔

ابوالفضل عباس بن محمد خراسانی کے اشعار کا خلاصہ ہے

میں نے کوشش سے اصل علم حاصل کرنے کے لیے سفر کیا کیونکہ دنیا میں انسان کی زینت احادیث رسول اللہ ﷺ ہی سے ہے۔

طالب حدیث ہی شیر دل اور مرد میداں ہیں جبکہ علم (حدیث) سے دشمنی رکھنے والا اور پہلوتہی کرنے والا تو مخنث ہے۔

مال پر گھمنڈ نہ کر اسے تو تو بہت جلد چھوڑ کر چل دے گا' یہ دنیا تو یونہی ایک دوسرے کے ہاتھوں میراث ہوتی چلی جارہی ہے۔

اہل سنت وہی ہے جو اہل حدیث سے محبت رکھے

قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اہل حدیث سے محبت رکھتا ہے جیسے امام یحیٰی بن سعید القطان' امام عبدالرحمٰن بن مہدی' امام احمد بن حنبل' امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ (اور اسی طرح امام صاحب نے بہت سے محدثین' کے نام لیے) تو سمجھ لو کہ وہ اہل سنت ہے اور

جس کا طرز عمل اس کے خلاف پاؤ تو سمجھ لو کہ وہ بدعتی' گمراہ اور بدعقیدہ شخص ہے۔

ابو جعفر خواص رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار:

بدعتیوں کی رونق ختم ہوگئی' ان کے چہرے تاریک اور ان کے سہارے کمزور ہو کر ٹوٹ گئے۔

ابلیس نے جو لشکر اکٹھا کیا تھا اس کے شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہونے کی چیخ و پکار ہونے لگی۔

لوگو! بتاؤ تو ان بدعتیوں کی بدعتوں میں کوئی سمجھ دار اور زیرک آدمی ان کا پیشوا بھی ہے؟ جیسے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے زہد و اتقاء کے درس دیئے اور نکتے لوگوں کو سکھائے۔

یا امام سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے خوف قیامت اور کربناک مناظر سے متاثر ہو کر اپنی نیند اور آرام چھوڑ دیا تھا۔

یا اسلام کے عظیم سپوت نوجوان بہادر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جو ہر آزمائش میں ثابت رہے۔ کوڑے ان کا ایمان متزلزل کر سکے نہ تلوار ان کی قوت ایمان گھٹا سکی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ امام بقیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

کہ اے ابو محمد! ان لوگوں کے بارے آپ کی کیا رائے ہے جو لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بغض رکھیں؟ انہوں نے کہا وہ بہت برے لوگ ہیں پھر بطور قاعدہ و کلیہ کے فرمانے لگے جس کسی بدعتی کے سامنے تم اس کی بدعت کے خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرو گے وہ فوراً اس حدیث سے چڑے گا' اس کا دل تنگ ہوگا اور اس حدیث سے بغض رکھے گا۔

امام احمد بن سنبل قطان رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ:

فرماتے ہیں: دنیا میں کوئی بدعتی ایسا نہیں جو حدیث سے چڑتا نہ ہو جب کوئی

شخص بدعت ایجاد کرتا ہے یا کسی بدعت پر عمل کرنے لگتا ہے تو اس کے دل سے حدیث کی حلاوت چھین لی جاتی ہے۔

ابونصر بن سلام الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

فرماتے ہیں: ملحدوں پر حدیث کے سماع اور اسے باسند روایت کرنے سے زیادہ بھاری اور مبغوض کوئی چیز نہیں۔

اہل حدیث کی اہانت پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جذباتی ردِ عمل:

امام احمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے امام موصوف سے ذکر کیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص ابن ابی قبیلہ نامی رہتا ہے۔ لوگوں نے جب اس سے اہل حدیث کی بابت پوچھا تو وہ کہنے لگا یہ بری قوم ہے۔

احمد بن حسن ابھی اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ امام احمد غصہ سے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے گھر چلے گئے کہ یہ آدمی زندیق ہے بے دین ہو گیا ہے بدعقیدہ ہے۔

اہل حدیث کی مدح اور اہل رائے کی مذمت

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں جو تمہیں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کروں وہ تم لے لو اور جو لوگ اپنی رائے سے بتائیں ان کی باتوں پر پیشاب کر دیا کرو۔

احمد بن شبویہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

جو شخص قبر میں کام آنے والا علم سیکھنا چاہتا ہو وہ حدیث پڑھے اور جو صرف کثرت معلومات کا خواہش مند ہو وہ رائے قیاس سیکھے۔



یونس بن سلیمان سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے دین کے معاملے میں خوب غور کر کے دیکھا اور دور دور تک دھیان مارا تو دو چیزیں پائیں۔ حدیث اور رائے۔

حدیث میں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت' رب العالمین کی ربوبیت اور اس کے جلال کا ذکر ہے نیز عرش کا' جنت و دوزخ کا' انبیاء و رسل کا' حلال و حرام کا بیان ہے۔ صلہ رحمی اور ہر طرح کی بھلائی پر رغبت دلانے والی روح پرور باتیں موجود ہیں۔ لیکن رائے قیاس میں مکر و فریب' حیلہ سازیوں اور دھوکہ بازیوں کے سوا کچھ نہیں۔ رشتوں' ناطوں کا توڑنا اور ہر طرح کی برائیاں اسی میں ہیں۔

ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن نسفی مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے مشائخ' ابوبکر بن اسماعیل کو ابو ثمود کہا کرتے تھے اس لیے کہ پہلے وہ اہل حدیث تھا پھر اہل رائے ہو گیا۔ قرآن مجید کی اس آیت سے دلیل پکڑتے تھے:

﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ﴾

"یعنی ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی مگر انہوں نے اندھے پن کو پسند کیا اور ہدایت چھوڑ دی"۔

عبدہ بن زیادہ اصبہانی کے اشعار ہیں:

محمد ﷺ کا دین تو احادیث میں ہے یاد رہے انسان کے لیے حدیث سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

خبردار! حدیث اور اہل حدیث سے دھوکہ نہ کرنا' رائے قیاس تو رات ہے اور حدیث روشن دن ہے۔ افسوس انسان ہدایت کی راہیں باوجود چمکیلے سورج کی روشنی کے بھی کبھی بھول جاتا ہے۔

امام جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تلقین:

امام ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں ایک مرتبہ امام جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی

ملاقات کو جاتے ہیں۔ امام موصوف امام ابوحنیفہ کو تلقین ونصیحت کے انداز میں فرماتے ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور دین میں اپنی رائے قیاس کو دخل نہ دو...... دیکھو کل ہمیں، تمہیں اور ہمارے مخالفین کو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے (اور اپنی زندگی بھر کی مساعی، تگ و تاز اور کدو کاوش کا جواب دینا ہے تو جب پوچھا جائے گا کہ فلاں مسئلہ کی بابت تم نے کیا جواب دیا) تو ہم عرض کریں گے کہ اس مسئلہ کے متعلق ہم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ کر سنایا اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فلاں فرمان۔ لیکن آپ اور آپ کے ہم خیال کہیں گے ہماری رائے ہمارا قیاس یہ ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے ساتھ جو چاہے گا سو کرے گا۔

عبداللہ بن حسن صیحانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں مصر میں عارضی طور پر رہائش پذیر تھا۔ میری طبیعت بھی ناساز گار تھی میں نے دیکھا کہ جامع مسجد میں ان کے قاضی صاحب آئے اور اہل حدیث کی مذمت میں تقریر جھاڑنا شروع کی تا آنکہ یہ جملہ بولا کہ اہل حدیث مسکین اور بیچارے ہیں فقہ سے اچھی طرح واقف نہیں۔ مجھ سے نہ رہا گیا، میں گھٹنوں کے بل چل کر اس کے پاس پہنچا اور بآواز بلند کہا: سنو! اصحاب محمد ﷺ نے مردوں اور عورتوں کے زخموں کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ذرا بتلاؤ تو سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں کیا فرمایا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کیا موقف ہے؟ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نکتہ نظر کیا ہے؟...... اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور بھونچکاں سا ہو کر رہ گیا، میں نے کہا اسی بل پہ کہہ رہے تھے کہ اہل حدیث فقہ نہیں جانتے۔ میں ایک ادنیٰ اہل حدیث ہوں اور معمولی سا سوال پوچھا ہے، مگر تم سے اس کا جواب بھی نہ بن پڑا...... لیکن زبان چل رہی ہے کہ اہل حدیث فقہ نہیں جانتے۔

ابوعبداللہ محمد بن علی صوری کے اشعار کا خلاصہ:

اہل حدیث کا دفاع کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

''جو شخص حدیث سے بغض رکھے' اہل حدیث سے چڑے اور بے بنیاد دعوے کرتا رہے اس سے کہہ دو کہ تم کچھ جانتے بھی ہو یا یونہی جہالت وخودسری سے باتیں ہانکتے ہو جو بے وقوفی وحماقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیا ان روشن رو اور پاکیزہ خصال بزرگوں کو حرف گیری کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو ہر قسم کی بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ رکھا' کمی بیشی سے پاک کیا آج دنیا کا ہر عالم اور ہر فقیہ ان کا دست نگر اور مرہون منت ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کا فرمان ہے:

مروّت واخلاق اہل حدیث میں ہے' کلام اور باتیں بنانا معتزلہ میں جبکہ جھوٹ رافضیوں میں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصحاب کلام کے بارے میں میرا فتویٰ ہے کہ سر عام انہیں بید لگائے جائیں' بھرے بازار میں انہیں جوتے لگائے جائیں پھر اونٹوں پر سوار کرا کے گھر گھر اور محلے محلے پھرایا جائے اور ساتھ منادی کرائی جائے کہ یہ ہے سزا اس شخص کی جو کتاب وسنت کو چھوڑ کر علم کلام میں مشغول ہو جائے۔

ابو مزاحم خاقانی کے اشعار:

مشہور محبّ اہل حدیث شاعر ابو مزاحم خاقانی اپنے نظمیہ کلام میں یوں رقمطراز ہیں کہ اہل کلام اور اہل رائے نے علم حدیث کو چھوڑ دیا جس سے انسان کی نجات ہوتی ہے۔ اگر وہ احادیث رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ جان لیتے اور ان سے روگردانی نہ کرتے اور رائے قیاس وکلام سے بچ جاتے تو کیا ہی خوب ہوتا اور نجات کا سبب بھی بنتا مگر ان عاقبت نا اندیشوں نے اپنی جہالت سے اس کے خلاف کیا۔



ابو زید فقیہ رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک شاشی عالم کے اشعار پڑھے کہ قرآن و حدیث اور دین کی سمجھ کے سوا ہر کلام بے دینی و الحاد ہے۔ جس علم میں حَدَّثَنَا کا لفظ آئے (یعنی سند کے ساتھ حدیث بیان ہو) وہ تو تابعداری اور التفات کے لائق ہے جبکہ باقی سب علوم شیطانی وسوسے ہیں۔

حفظِ حدیث کا ثواب

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص میری امت کو ایک حدیث بھی پہنچا دے جس سے کوئی سنت قائم ہو یا کسی بدعت کا رد ہو تو اس کے لیے جنت کی بشارت ہے''۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص کم از کم دو حدیثیں سیکھ لے' جن سے وہ خود نفع اٹھائے یا اس کے سکھانے سے کوئی دوسرا آدمی فائدہ پالے تو یہ چیز اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت سے بھی بہتر ہے۔

ابو جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علم کو حاصل کرنے میں جلدی کرو ایک سچے اور عادل شخص کی بیان کردہ ایک روایت دنیا اور اس میں موجود سونا چاندی سب سے بہتر ہے''۔

طلب حدیث افضل ترین عبادت ہے

امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر کوئی عمل علمِ حدیث کی طلب سے افضل ہو' اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا خواستگار ہو۔

آپ کا ہی فرمان ہے: میرے نزدیک طلب حدیث سے بڑھ کر کوئی کام مشکل' جانکاہ اور افضل نہیں۔

مزید فرماتے ہیں: جو شخص رب رحمٰن کی خوشنودی چاہتا ہے' میرے علم میں تو' اس کے لیے حدیث سے افضل کوئی نسخہ نہیں' اس لیے کہ تمام مسلمانوں کو اپنے کھانے' پینے اور دیگر ضروری معاملات میں اس کی اشد ضرورت رہتی ہے۔

امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عبادت' حدیث کے پڑھنے پڑھانے سے زیادہ افضل نہیں۔

امام بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص نیک نیت ہو' اور خدا خوفی کا دم بھی بھرتا ہو' میں نہیں جانتا' روئے زمین پر اس کے لیے کوئی عمل طلب حدیث سے بھی افضل ہو۔

باقی رہے میرے وہ اوقات جو طلب حدیث کے علاوہ مصروفیات میں بسر ہوئے تو میں ایک ایک قدم پر استغفار کرتا ہوں۔

روایت حدیث ذکر و تسبیح سے افضل ہے

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر میرے نزدیک روایت حدیث ذکر و دعا اور تسبیح و مناجات سے بہتر کام نہ ہوتا تو میں ہرگز حدیث بیان کرنے میں مشغول نہ ہوتا۔

روایت حدیث کا ثواب' قرأت قرآن جیسا ہے

امام سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم عظیم محدث ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس تحدیث میں تھے اور ان کا درس جاری تھا۔ اسی دوران ایک شخص نے کہا: کاش! کہ آپ قرآن پاک کی کوئی سورت پڑھتے' تو امام ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا میرے نزدیک علم حدیث بھی کسی طور تلاوت قرآن سے کم نہیں۔

علم حدیث کا حصول نفل عبادت سے بہتر ہے

امام وکیع رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

اگر میں جانتا کہ نوافل کی ادائیگی درس حدیث سے افضل ہے تو میں ہرگز حدیث بیان نہ کرتا۔ ❶

امام عمرو بن سہیل رحمۃ اللہ علیہ:

سے معافی بن عمران (جو کہ اہل حدیث تھے) سوال کرتے ہیں اے ابو عمران حدیث شریف کا لکھنا کیا آپ کے نزدیک افضل عمل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک حدیث کا لکھنا میرے نزدیک رات بھر کی نماز سے افضل ہے۔

امام محمد بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب انہماک:

امام محمد بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ کی ایک تحریر پہنچی جس میں وصیت کے احکام سے متعلق احادیث تھیں، انہوں نے اس مسودہ کو صبح سے لے کر نماز جمعہ تک پڑھا پھر جمعہ کے صرف دو فرض ہی پڑھے۔ اس کے بعد پڑھتے رہے، حتی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا تو صرف فرض پڑھے یعنی اس دن نوافل پڑھے ہی نہیں ان حدیثوں کے پڑھنے میں مشغول رہے، اس لیے کہ حدیث کا پڑھنا نفل نماز سے افضل ہے۔

کتابت حدیث نفلی روزوں سے افضل ہے

سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے:

کہ ایک شخص تو نفلی روزوں اور نمازوں میں مشغول ہے جبکہ دوسرا شخص حدیث لکھنے میں۔ فرمائیے! آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا احادیث لکھنے والا، سائل نے پوچھا آپ نے اسے اُس پر فضیلت کیسے دے دی؟ امام صاحب نے

❶ امام قعنبی رحمۃ اللہ سے بھی یہی فرمان منقول ہے۔

فرمایا اس لیے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ لوگوں کو ہم نے ایک موقف پر پایا اور ان کے ہمنوا بن گئے (جبکہ اپنی سمجھ بوجھ اور علم و تجربہ کی روشنی میں فتویٰ دیا)

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب' حافظ رحمۃ اللہ علیہ:

(اس کتاب کے مصنف) فرماتے ہیں بالخصوص اس زمانہ میں تو حدیث شریف کا حصول' لکھنا اور یاد کرنا ہر قسم کی نفل عبادت سے افضل اور بہتر ہے' اس لیے کہ سنتیں مٹتی چلی جا رہی ہیں اور ان پر عمل اٹھتا چلا جا رہا ہے' بدعات اور بدعتی بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

امام یحییٰ یمان رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

امام صاحب فرماتے ہیں' آج کل طلب حدیث بہترین عبادت اور خیر و برکت کا باعث ہے۔ لوگوں نے کہا جناب! ان طالب علموں کی نیت نیک کہاں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: طلب حدیث خود نیک نیتی ہے۔

شفاء بالحدیث

امام رمادی رحمۃ اللہ علیہ:

جب بیمار پڑتے تو فرماتے اہل حدیثوں کو بلاؤ' جب وہ آتے تو فرماتے' مجھے حدیثیں پڑھ کر سناؤ۔ (محدثین کرام نے اپنا تجربہ بتایا ہے کہ جہاں حدیث پڑھی جاتی ہے' وہاں سے بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں)۔

امیر عمر رضی اللہ عنہ کا روایت حدیث سے روکنے کا اصل مقصد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مدبر زیرک' دور اندیش اور محتاط شخص تھے دیگر ملکی' ملی اور عسکری معاملات کی طرح روایت حدیث کے معاملہ میں بھی انہوں نے حزم و احتیاط کے پہلو کو نہیں چھوڑا' حفاظت دین کے حوالہ سے وہ حساس تو تھے ہی' قرآن مجید کے جمع

و تدوین پر زور دینا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس امر مہم کے لیے تیار کرنا اس کی دلیل ہے۔ روایت حدیث میں کثرت و بہتات سے روکنے اور تحقیق تفحص کے اصول کو قائم کرنے' گواہ کو طلب کرنے کے سلسلہ میں سختی کی جو روایات اور واقعات ان سے مروی ہیں وہ اسی نقطہ (حفاظت صیانت مآخذ دین) کے پیش نظر ہے۔ معاملہ تو صرف اسی قدر ہے مگر بعض یاران فتنہ پسند اور مریضان الحاد و زندقہ نے ان واقعات کو خوب طول دیا اور اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور پورے ابلیسی دلائل کی فائل تیار کی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ حدیث کو حجت نہیں مانتے تھے اور روایت حدیث کے سخت مخالف تھے وغیرہ۔

ذیل میں پہلے دور فاروقی کے دو واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جو روایت کے باب میں امیر عمر رضی اللہ عنہ کے محتاط رویہ کی عکاسی کرتے ہیں اور پھر مبحث کا خلاصہ و نچوڑ ذکر کیا جائے گا۔ (از مرتب)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سیدنا ابو درداء اور سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم کو آدمی بھیج کر بلوایا اور پھر اپنے پاس روک لیا اور فرمایا تم کیوں اس قدر کثرت سے حدیثیں بیان کرتے ہو (اپنی اپنی شہادت فراہم کرنے تک ان بزرگوں کو اپنے پاس ہی رکھا)۔

قرظہ بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم کچھ لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملنے آئے' جب جانے لگے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ مقام ''صرار'' تک الوداع کرنے آئے' پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور ہمیں فرمانے لگے جانتے ہو میں تمہارے ساتھ یہاں تک کیوں آیا؟ ہم نے کہا کہ آپ ہمیں رخصت کریں' دعا دیں اور عزت افزائی کریں' فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک اور مطلب بھی ہے اور وہ یہ کہ تم اب ایک ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جنہیں قرآن کریم کے ساتھ بے پناہ شغف و محبت ہے اور بکثرت اس کی تلاوت کرتے ہیں' دیکھنا کہیں انہیں احادیث سنا کر

اس سے روک نہ دینا.... جاؤ میں بھی تمہارا شریک ہوں۔ قرظہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے تو اس کے بعد کوئی حدیث بیان ہی نہیں کی۔

اگر کوئی شخص ان روایات کو پیش کر کے سوال اٹھائے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر روایت حدیث کا انکار کیوں کیا؟ اُن پر اس بارے میں سختی کیوں کی؟

تو جواب دیا جائے گا کہ محض دین خدا کی احتیاط اور مسلمانوں کی بہتری اور اچھائی کے لیے' غلط عناصر کو دین میں حرف گیری سے باز رکھنے کی خاطر' مزید اس لیے کہ انہیں ڈر تھا کہیں لوگ صرف روایت پر قناعت کر کے عمل نہ چھوڑ بیٹھیں اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں معانی کے صحیح مفہوم و مطلب کو سمجھنے سے قاصر نہ رہ جائیں' اس لیے کہ بعض احادیث ظاہر پر محمول نہیں ہوتیں اور ہر شخص ان کے اصلی معنی و مطلب تک پہنچ جانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ کبھی حدیث مجمل ہوتی ہے اور اس کی تفصیل و تشریح دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے۔

بایں وجہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ خیال گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کسی حدیث کا مطلب غلط سمجھ لیا جائے اور ایک لفظ کو لے کر کوئی بیٹھ جائے حالانکہ دیگر احادیث کو ملانے سے فی الواقع اس کا مطلب واضح ہو جائے۔

مثال کے طور پر ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں جس سے ہماری اس توجیہہ پر خوب روشنی پڑے گی۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے گدھے پر (جس کا نام غفیر تھا) سوار تھے' سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ! جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ (معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندے کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شرک نہ کرے اسے عذاب نہ کریں۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ فرمایا نہیں' اندیشہ ہے کہیں لوگ اس بات پر بھروسہ (خوش گمانی) ہی نہ کر لیں۔

ایک دوسری حدیث میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے' اس حال میں کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو وہ جنت میں جائے گا' اس پر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہ سناؤ' مجھے خدشہ ہے کہیں وہ نڈر نہ ہو جائیں۔

ابو العباس احمد بن یحییٰ رحمہ اللہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو آتے ہوئے دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ''یہ دونوں ادھیڑ عمر (میں فوت ہونے والے) جنتیوں کے سردار ہوں گے مگر انہیں خبر نہ دینا'' آپ نے ان تک یہ حدیث پہنچانے کی مخالفت کیوں فرمائی؟ امام ابو العباس رحمہ اللہ نے جواب دیا' محض اس لیے کہ ایسا نہ ہو ان کے اعمال میں قصور و کمی آ جائے اور نفس اترا جائے۔

مصنف فرماتے ہیں: یہی وجہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کی ہے اور یہی سبب ان کی اس سختی کا ہے جو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کی ..... اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی حفاظت و صیانت ہے نیز بعد والوں کے لیے تنبیہ بھی تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ چیز داخل نہ کر دیں جو اس میں نہیں کیونکہ ان کے پیش نظر وہ سختی ہو گی جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اقدس کا شرف حاصل کرنے والوں' پاکباز و پاک نہاد اور سچے لوگوں پر کی گئی تو وہ روایت حدیث میں بہت محتاط ہو جائیں گے اور ان کے نفوس میں جو شیطانی خیالات و وساوس کذب و افتراء کے بارے میں انگڑائیاں لیتے ہیں ان سے بچتے رہیں گے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دمشق میں منبر پر فرمایا: لوگو! دور فاروقی میں بیان کی جانے والی حدیثوں کے علاوہ سے بچو۔

بات یہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے دین کے بارے میں لوگوں کو دھمکاتے رہا کرتے تھے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طرز عمل اور قول کی جو توجیہ ہم نے بیان کی ہے اس کی تائید یہ روایت بھی کرتی ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب سلام کے بارے میں آپ کے سامنے حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا کسی اور کو بھی گواہ لاؤ جس نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ سلام کیا۔ جب اجازت نہ ملی تو لوٹ گئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا کہ آپ کیوں لوٹ گئے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ سلام کرے اور جواب نہ پائے تو پلٹ جائے۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی اس روایت پر شہادت پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا' عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور میں جس جماعت میں تھا وہاں سے گزرے' ہم نے کہا کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا...... اور پھر پورا قصہ کہہ سنایا...... پھر کہا کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! ہم سب نے سنا ہے' پھر اپنا ایک آدمی ان کے ہمراہ کر دیا' اس نے جا کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے سماع سے وہی حدیث بیان کی۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

اس واقعہ سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے گواہ اس لیے طلب کیا تھا کہ وہ خبر واحد (ایک شخص کی بیان کردہ روایت) کو حجت اور دلیل نہیں جانتے تھے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے' دیکھیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں سے جزیہ لینے کی بابت بیان فرمائی تھی' قبول کی اور اس پر عمل بھی کیا۔ حالانکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس

روایت کو بیان کرنے میں تنہا ہی تھے۔

اسی طرح ضحاک بن سفیان کلابی کی روایت کو قبول کیا جو اشیم ضبابی کی عورت کو خاوند کی دیت میں سے ورثہ دلانے کے بارے میں ہے حالانکہ وہی تنہا راوی تھے۔

اسی طرح یہ خیال بھی دل سے نکال دینا چاہیے کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کو اس لیے قبول نہ فرمایا کہ وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر بدگمانی کرتے تھے بلکہ اس کی وجہ وہی تھی جسے ہم نے بیان کیا اور اس چیز کی وضاحت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ کر کر دی کہ یہ مزید تثبت کے لیے کیا ہے نہ یہ کہ تم پر اعتماد و اعتبار نہیں۔

خلاصہ مبحث یہ ہے کہ ایسا صرف احادیث کی حفاظت و صیانت اور روایت کے بارے میں احتیاط و پختگی کے لیے کیا گیا۔

حدیث کو حفظ کرنے اور اشاعت حدیث میں وارد آثار

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ حدیثوں کی دیکھ بھال کرتے رہو اور ان کا مذاکرہ جاری رکھو اگر یہ نہ کیا تو علم مٹ جانے کا خطرہ ہے۔ [1]

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مذاکرہ حدیث کا التزام کرو کیونکہ علم حدیث کی حیات آپس میں پڑھنا پڑھانا ہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث کا درس و تدریس اور مذاکرہ جاری رکھو ایسا نہ ہو یہ علم جاتا رہے اس لیے کہ اس کی جمع و تدوین اور محفوظیت قرآن کریم کی طرح نہیں (یعنی جس طرح کتاب اللہ مختصر ہے اور اس کا حفظ و ضبط آسان و سہل ہے حدیث کا معاملہ کچھ ایسا نہیں وگرنہ حدیث کے جمع و تدوین کے مراحل اہل علم سے مخفی نہیں)۔ (از مرتب)

اے طالبان حدیث! اگر آپ نے حدیث کا شغل بصورت مذاکرہ جاری نہ رکھا

---

[1] یہی روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

تو یہ علم ناپید ہو جائے گا' خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی یہ کہہ دے میں نے کل حدیث بیان کی تھی آج چھوڑ دیتا ہوں' نہیں بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے کل بھی حدیثیں بیان کیں' آج بھی کروں گا اور ان شاء اللہ آنے والے کل بھی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ طلبا سے فرماتے ہیں:

جب تم ہم سے حدیثیں سنو تو انہیں آپس میں دہرایا کرو۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

حدیث بیان کیا کرو' ایک حدیث دوسری کو یاد دلاتی ہے۔

سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ علمی مجلسیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی باتیں پہنچا دیں' تم بھی جو بھلی باتیں ہم سے سنو' دوسروں تک پہنچا دو۔

مسلم بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ہم حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا کرتے تھے' وہ ہمیں بکثرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے' فارغ ہونے کے بعد فرماتے: اچھی طرح انہیں سمجھ لو اور پھر جس طرح تم پہنچائے گئے ہو دوسروں کو پہنچا دو۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ:

نے اپنے دونوں بیٹوں نضر اور موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ حدیث اور سند کو قلمبند کر لیا کریں اور انہیں دوسروں کو سکھائیں۔

(راوی کہتا ہے' حالانکہ ہم تو اس شخص کو عالم ہی نہیں سمجھتے تھے جو اپنا علم لکھے)

امام علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

حدیثوں کا مذاکرہ کیا کرو' آپس میں پڑھنے پڑھانے سے اس علم کو حیات نو ملتی

ہے۔ مزید فرمایا کرتے تھے' ذکر حدیث کی طلب وجستجو رکھو تاکہ وہ بے رونق نہ ہو جائے۔

امام عبدالرحمان بن ابو لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

حدیث کی زندگی اس کا پڑھنا پڑھانا ہے۔ تم اس کے مذاکرہ میں ہرگز سستی اور کاہلی نہ کرو۔

طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیثوں کا مذاکرہ کیا کرو' ایک حدیث دوسری کو یاد دلایا کرتی ہے۔

امام ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

جب بھی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرو تو اسے اچھی طرح محفوظ رکھو اور خوب ضبط کر لو۔



خلفاء کی نظر میں محدثین کا مقام

اور

ان کا راوی حدیث بننے کی آرزو

❶ خلیفہ مامون رشید نے جب مصر فتح کیا تو ایک شخص فرج اسود نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنی خاص رحمت و مدد فرماتے ہوئے آپ کو دشمن پر فتح دی اور دشمن کو ناکام و نامراد کیا' عراق' شام اور مصر آپ کے زیرنگیں ہو گئے۔

پھر یہ فضیلت کیا کم ہے؟ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں تو خلیفہ وقت نے جواب دیا کہ یہ سب سچ ہے لیکن ایک تمنا رہ گئی ہے اور ایک آرزو ہے کہ مدت ہوئی پوری نہیں ہوئی' وہ یہ کہ میں مجلس میں بیٹھوں اور حدیث لکھنے والا آئے' وہ مجھ سے پوچھے کہ ہاں حضرت آپ سے کس نے بیان کیا؟ اور میں روایت بیان کروں کہ مجھ سے حماد بن سلمہ بن دینار اور حماد بن زید بن درھم نے حدیث بیان کی' اُن سے ثابت بنانی نے' ان سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش و پرداخت کرے' یا تین کی' دو بہنوں کی نشوونما کرے یا تین کی' یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا خود اس کا انتقال ہو جائے (یعنی مدت العمر ان کی کفالت کرتا رہے اور دستکش نہ ہو) تو وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہوگا' یہ کہہ کر آپ ﷺ نے شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (یعنی خلیفہ وقت کی یہ آرزو باقی رہ گئی کہ کاش میں وقت کا محدث ہوتا)

واقعہ ہذا پر علمی تعاقب

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مذکورہ واقعہ کو جوں کا توں مان لینا صریح غلطی ہے اس

سے زمانی بعد لازم آتا ہے' دیکھیے! خلیفہ مامون رشید ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے جبکہ حماد بن سلمہ کا ۱۶۷ھ میں انتقال ہو جاتا ہے' تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو بچہ حماد رحمہ اللہ کی وفات سے تین برس بعد پیدا ہوا ہو وہ ان سے روایت کرے؟ اسی طرح حماد بن زید بھی ۱۷۹ھ میں انتقال کر گئے تھے تو ان سے بھی بلا واسطہ ان کی روایت صحیح نہیں۔ ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ خلیفہ مامون رشید اور دونوں حماد (حماد بن سلمہ رحمہ اللہ و حماد بن زید رحمہ اللہ) کے درمیان ایک راوی اور ہو۔

❷ یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشید رحمہ اللہ نے دریافت کیا کہ ایک درجہ بہت ہی بلند ہے۔ بتلاؤ تو وہ کونسا ہے؟ میں نے کہا یہ وہ درجہ جس پر اے امیر المومنین! آپ فائز ہیں۔ خلیفہ نے جواب دیا' تم نہیں پہنچے' اس درجہ کو میں ہی جانتا ہوں' سنو! سب سے بڑے درجے والا اور عظیم نصیبے والا وہ ہے جو شاگردوں کے جھرمٹ میں فروکش ہو اور حلقہ تلامذہ میں جلوہ افروز ہو اور اس کے منہ سے یہ نورانی کلمات نکل رہے ہوں حدثنا فلاں عن فلاں قال قال رسول اللہ ﷺ۔ میں نے عرض کی: امیر المومنین! کیا اس شخص کا درجہ آپ سے بھی افضل ہے حالانکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے برادرِ عم کی اولاد اور مسلمانوں کے بادشاہ ہیں' کہا ہاں' تجھ پر افسوس ہے' یقیناً وہ مجھ سے بہت بہتر ہے' اس لیے کہ جس کا نام رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پیوستہ ہو گیا ہے' وہ کبھی نہیں مرے گا اور ہم مر جائیں گے' یہ علماء باقی رہیں گے جب تک کہ دنیا باقی ہے۔

❸ ابن ابی الحناجر کہتے ہیں ہم بغداد میں امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی مجلس میں خوشہ چیں تھے' لوگوں کا کافی ازدھام تھا' اتنے میں بادشاہ متوکل کی سواری لشکر سمیت وہاں سے گزری' امام صاحب کو دیکھ کر بادشاہ کہنے لگا حقیقی بادشاہ تو یہ لوگ ہیں۔

تصریح:

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیثمہ کی اس روایت میں وہم ہے اور یہ روایت اسی

طرح قبول کرنا غلط ہے' اس لیے کہ یزید بن ہارون ۲۰۶ھ میں انتقال فرما گئے تھے اور بادشاہ متوکل ۲۰۷ھ میں پیدا ہوتا ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ واقعہ بادشاہ مامون کا ہو۔ واللہ اعلم

❹ عمر بن حبیب قاضی نے ایک دفعہ کہا: امیر المومنین! آپ کیوں حدیث بیان نہیں کرتے' ؟ جواب دیا کہ ملک و خلافت کے ساتھ حدیث سنانا زیب نہیں دیتا' یہ محدثین کا سہرا ہے۔ خلیفہ مامون رشید تو تمام خلفاء بنوالعباس سے زیادہ حدیث کی طرف راغب تھے۔ انہوں نے اپنی مجلس خاص میں اپنے ہم جلیسوں سے بہت حدیثیں بیان بھی کی ہیں۔ حدیث کی املاء کرواتے' عام مجالس علمیہ میں بھی حدیث بیان کرتے تھے ابتداً تو کچھ جھجھک محسوس کرتے لیکن بالآخر اس کا پختہ ارادہ کرلیا۔

❺ یحییٰ بن اکثم قاضی بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ خلیفہ مامون نے مجھ سے کہا۔ آج میرا ارادہ ہے کہ حدیث بیان کروں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! امیر المومنین سے زیادہ اس کا اہل کون ہے؟ کہا اچھا منبر بچھاؤ' منبر پر بیٹھ کر حدیث بیان کرنا شروع کیا۔ پہلی روایت تو بروایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء القیس کے ہاتھ قیامت کے روز جھنڈا ہوگا اور وہ تمام شاعروں کا پیشوا بن کر جہنم میں جائے گا' پھر کم و بیش تیس احادیث باسند بیان کیں' پھر منبر سے اترے اور فرمایا کہو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین! بڑی پر لطف اور بابرکت مجلس رہی' خاص و عام کو فائدہ ہوا' کہا یہ تو نہ کہو' یہ حق تو محدثین ہی کا ہے۔ میں دیکھتا رہا کہ لوگوں کو وہ لذت و سرور نہیں آیا جو اہل حدیث کی مجلس تحدیث میں انہیں حاصل ہوتا ہے۔

❻ بادشاہ اسلام' محمد بن سلیمان بن علی مسجد حرام میں آئے اور دیکھا کہ ایک محدث کے اردگرد اہل حدیث کی ایک جماعت تشریف فرما ہے تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے: ''ان لوگوں کا قدم میری گردن پر ہوتا مجھے تخت شاہی سے زیادہ محبوب ہے''۔



صحبت اہل حدیث کا کیف وسرور

مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے اہل حدیثو! تمہاری مجلس میں بیٹھنا مجھے اپنے گھر والوں اور اعزہ واقارب سے زیادہ محبوب ہے۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

طلبائے حدیث کا حدیث پڑھنے کا تقاضا مجھے پریشان کر دیتا ہے لیکن اگر وہ نہیں آتے تو مجھے اس سے کہیں زیادہ رنج وغم اور ملال ہوتا ہے۔
ایک مرتبہ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ طلباء کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر کچھ بگڑ جاتے ہیں تو محمد بن حفص کہتے ہیں' کیا آپ پسند کریں گے کہ یہ لوگ آپ کے پاس نہ آئیں۔ آپ نے فرمایا' ان کی تھوڑی دیر کی غیر حاضری بھی مجھ پر شاق گزرتی ہے۔

یحییٰ بن اکثم:

مشہور قاضی گزرے ہیں' فرماتے ہیں میں اپنی عمر میں مختلف مناصب پر فائز رہا ہوں مثلاً قاضی بنا پھر قاضی القضاۃ بنا' وزیر بھی رہا' دیگر عہدے بھی حاصل کیے مگر کسی چیز میں اتنا سرور نہ پایا جتنا کہ اس جملہ میں جو مجھے حدیث لکھنے والا کہے ''اللہ تعالیٰ آپ سے خوش رہے' آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں''۔ اس میں جملہ میں تو کیف ونشاط اور سرور ومستی کا جہاں پوشیدہ ہے۔
قیس بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ نے جب حدیث کے طالب علموں کا مجمع اپنے سامنے دیکھا تو اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر فرمانے لگے' خدا کا شکر ہے' مدتوں کی تکلیفوں کے بعد یہ مبارک دن دیکھنا نصیب ہوا۔

معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی پونجی کسی شخص کے پاس اس حدیث سے بہتر اور افضل نہیں ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

اگر اہل حدیث طلب حدیث کے لیے میرے پاس نہ آئیں تو میں ان کے گھروں میں جا کر حدیث سناؤں۔

امام ابراہیم بن سعید جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث رسول ﷺ میں بھی ایک پوشیدہ چاہت ہے، دیکھو نا میں تم سے کہتا ہوں میرے پاس نہ آیا کرو حالانکہ چاہت یہ ہے کہ ضرور آتے رہو۔



تیسرا باب

اہل حدیث کے فضائل واکرام میں علمائے حق کے خواب

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت ختم ہو گئی' میرے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ نہیں' ہاں البتہ خوشخبریاں باقی ہیں اور وہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان خود دیکھے یا اس کے بارے میں کسی اور کو دکھایا جائے۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں○ ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے''۔(یونس:۱۰)

آپ نے جواب دیا وہ نیک خواب ہیں' جنہیں خود مسلمان دیکھے یا اس کے بارے میں کسی اور کو دکھائے جائیں۔

ایک شخص امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے بعد دیکھتا ہے' سوال کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ فرماتے ہیں مجھے پوری جنت میں گھومنے پھرنے اور سیر و سیاحت کی اجازت دے دی گئی' وہ شخص پوچھتا ہے قرآن کی وجہ سے؟ کہا نہیں' پوچھا پھر کس کے باعث؟ فرمایا: حدیث کی وجہ سے۔

جویریہ بن محمد مقری بصری رحمۃ اللہ علیہ

نے مشہور محدث یزید بن ہارون واسطی رحمہ اللہ کو ان کے انتقال سے چار رات بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا ہے؟ جواب دیا میرے گناہ معاف فرما دیئے' نیکیاں قبول کر لیں اور تکلیفیں دور کر دیں۔ میں نے کہا پھر

کیا ہوا؟ فرمایا خداوند عالم نے بڑا کرم فرمایا' گناہ بخش کر مجھے جنتوں کا وارث بنا دیا۔ میں نے سوال کیا آخر آپ کا اتنا اعزاز و اکرام کس نیکی پر ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کے ذکر میں اوقات صرف کرنے' حق گوئی' صدق بیانی' لمبی لمبی نمازوں اور فقر و فاقہ کی مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے' میں نے عرض کیا منکر نکیر حق ہیں؟ کہا' ہاں اُس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ انہوں نے مجھے بٹھا کر سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ میں اپنی سفید داڑھی سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہنے لگا' کیا مجھ جیسے شخص سے بھی سوال کیا جاتا ہے' میں یزید بن ہارون واسطی ہوں' ساٹھ سال تک دنیا میں لوگوں کو حدیث کا درس دیتا رہا۔ اس گفتگو کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا' ہاں سچ مچ یہ یزید بن ہارون ہے۔ محترم آپ بے فکری سے دولہا کی طرح سو جایئے' آج کے بعد آپ پر کوئی ڈر خوف نہیں۔ پھر ایک فرشتہ نے مجھ سے کہا' کیا تم نے جریر بن عثمان سے روایت کی ہے' میں نے کہا ہاں اور وہ حدیث میں ثقہ تھے۔ اُس نے کہا ہاں جریر تھے تو ثقہ لیکن وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے' اللہ ان سے بھی بغض رکھے۔

زکریا بن عدی:

اپنے خواب میں امام ابن المبارک رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں' پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا طلب حدیث کے لیے جو سفر میں نے کیے تھے ان کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

محمد بن جلیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے سلیمان شاذکونی رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے بعد نہایت اچھی حالت میں اور خوش وخرم دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اے ابوایوب! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کس نیکی کی بنا پر؟ فرمایا محبت حدیث کی وجہ سے۔

حبیش بن مبشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا' ان سے پوچھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے جنت کے دو دروازوں کے درمیان کی تمام جگہ مرحمت فرما دی' پھر اپنے جیب سے ایک کتاب نکال کر کہا' ان حدیثوں کے لکھنے کی برکت سے۔

امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ:

خواب میں دیکھتے ہیں کہ امام ابو ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر رنگارنگ قندیلیں اور جگمگاتے فانوس لٹک رہے ہیں' پوچھا یہ نورانی قندیلیں کیا ہیں؟ کہا یہ قندیل تو حدیث شفاعت بیان کرنے کی وجہ سے' یہ حوض کوثر کی حدیث کو بیان کرنے کی وجہ سے اور یہ...... اسی طرح بہت سی حدیثوں کی وجہ سے بہت سی قندیلوں کے ملنے کا تذکرہ فرمایا۔

امام خلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرے ایک دوست جو علم حدیث میں میرے ہم سبق بھی تھے وفات پا گئے' میں نے انہیں خواب میں سبز رنگ کے نئے کپڑے پہنے ہوئے بڑا آسودہ حال دیکھا۔ میں نے کہا حضرت آپ تو وہی مسکین اور مفلس و قلاش طالبعلم ہیں جو میرے ساتھ حدیث پڑھتے تھے۔ آج یہ جوڑا آپ پر کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ حدیث لکھتا تھا' جہاں کہیں محمد ﷺ کا نام آتا تھا' میں اس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھا کرتا تھا...... اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں' جو تم دیکھ رہے ہو۔

امام خطیب فرماتے ہیں:

ایک حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے' جس سے اس خواب کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص اپنی

کتاب میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھے' تو جب تک اس کتاب میں یہ لفظ لکھا رہے' فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ

کے بعض ہم نشینوں کو خواب میں دیکھا گیا' ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا مجھے بخش دیا' کہا کس بنا پر؟ فرمایا اپنی کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لکھنے کی وجہ سے۔



بعض ذو معنی روایات کا تذکرہ

اور

ان کا صحیح مطلب

مغیرہ فرماتے ہیں:

جو شخص طلب حدیث میں پڑ جاتا ہے اس کی نماز کم ہو جاتی ہے۔ ❶

وضاحت: مصنف شیخ حافظ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' مغیرہ نے یہ فرمان اپنے اوپر قیاس کر کے فرمایا ہے۔ شاید وہ نوافل بکثرت پڑھتے ہوں گے مگر جب حدیث کی جستجو اور تلاش میں انہیں دور دراز جانا پڑا تو مسلسل اسفار' سفر کی تھکان' درس حدیث میں شمولیت اور پھر ضبط و حفظ حدیث میں محنت و دیگر مشاغل ضروریہ کی بنا پر انہیں بکثرت نوافل کی ادائیگی کا موقع نہ مل سکا تو یہ قول فرمایا لیکن اگر خود مغیرہ اچھی طرح سوچتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ طلب حدیث کی کوشش نفل نماز سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

امام ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ

سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک نفل نماز کا ثواب زیادہ ہے یا حدیث کے لکھنے کا؟ جواباً فرماتے ہیں ایک حدیث کا لکھنا رات بھر کی نماز سے مجھے محبوب ہے۔

امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

اگر مجھے معلوم ہو جائے' کہ نفل نماز کا ثواب حدیث کے بیان کرنے سے بڑھ کر ہے تو میں حدیث پڑھانا ہی چھوڑ دوں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

طالب علمی نفل نماز سے بہت بہتر ہے۔

---

❶ ابوالحسن محمد کا قول بھی یہی ہے۔ مغیرہ والی روایت ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بیان کا صحیح مفہوم

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے ''یہ حدیث تمہیں اللہ کے ذکر سے دور رکھتی ہے اور نماز سے بھی۔ کیا تم اس سے باز نہیں رہو گے؟ امام ابو خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخاطب وہ لوگ ہیں' جو حدیثیں سنتے ہیں مگر ان پر عمل نہیں کرتے' ہر وقت ان پر کثرت روایت اور زیادتی کی دُھن سوار رہتی ہے لیکن عمل سے تہی دامن ہیں' یہ مطلب کشید کرنا اس لحاظ سے بھی درست ہے کہ حدیث تو ذکر اللہ کی ہدایت کرتی ہے' نہ کہ اللہ کے ذکر سے منع کرتی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا' شاید شعبہ بہ کثرت نفلی روزے رکھتے ہوں گے اور بہت زیادہ نفلی عبادات بجالاتے ہوں گے۔ جب طلب حدیث میں مشغول ہوئے ہوں گے تو وہ معمولات برقرار نہ رکھ سکے ہوں گے بلکہ ان میں کمی ونقص واقع ہوگیا ہوگا۔ تو یہ قول کہا ہوگا۔

یاد رکھیے! شعبہ کی نسبت ہرگز کوئی شخص یہ گمان نہیں کرسکتا کہ وہ طلب حدیث کو برا جانتے تھے۔

خود شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی پایہ بہت بلند ہے اور صناعت حدیث میں مہارت اور انہماک و استغراق کا یہ عالم ہے کہ محدثین انہیں امیر المومنین فی الحدیث (علم حدیث میں مسلمانوں کا سردار و سلطان) کہا کرتے تھے۔ ظاہر بات ہے اگر وہ طلب حدیث کے لیے دن رات ایک نہ کرتے' جان جوکھوں میں نہ ڈالتے' بھوک و پیاس برداشت نہ کرتے تو اس مقام بلند تک کیسے رسائی حاصل کرتے؟ یہ تو نتیجہ ہے عمر بھر طلب حدیث میں مشغول رہنے کا۔ ڈھیر ساری صعوبتیں اور تھکاوٹیں برداشت کرنے کا۔ امام موصوف کا انتقال تک یہی شغل رہا۔ حدیث کے جمع کرنے کے وہ بہت حریص تھے بلکہ یوں کہہ

پس اس کے علاوہ ان کا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا...... وہ تو کم عمر اور کم درجے (شاگرد وغیرہ) کے افراد سے بھی حدیث پڑھا کرتے تھے۔ المختصر! حدیث کی جستجو، لگن اور حفظ حدیث کی مضبوطی میں ان کی برتری اہل حدیث میں مسلم ہے۔

امام شعبہ علماء کی نظر میں

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ تو حدیث میں تمام ایمانداروں کے بادشاہ ہیں۔

بقیۃ بن ولید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث سے محبت جنون کی حد تک تھی، وہ خود فرمایا کرتے تھے اگر مجھ سے کوئی حدیث فوت ہو جاتی ہے تو میں مارے رنج وغم کے بیمار پڑ جاتا ہوں۔

ایک مرتبہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک حدیث بیان ہوتی ہے، جو کہ ان کے علم میں نہ تھی، تو کہنے لگتے ہیں آہ! حیرت وتعجب ہے، رنج وغم ہے، میں تو اس حدیث سے آج تک محروم ہی رہا۔

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کبھی کبھی قیس بن ربیع مجھے ابو حصین کی مرویات سے کوئی حدیث جسے میں بھول گیا ہوتا ہوں، یاد دلاتے ہیں تو مجھے اپنے اوپر اس قدر غصہ آتا ہے کہ کاش! چھت گرے اور میں دب جاؤں (حدیث بھول جانے کا اس قدر تأسف ہوتا)

ایک مرتبہ امام شعبہ عظیم محدث خالد خداء کے پاس آکر کہتے ہیں کہ آپ کو جو فلاں حدیث یاد ہے، وہ مجھے پڑھا دیجئے، خالد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دیکھتے نہیں، میری طبیعت ناساز ہے؟ تو کہنے لگے ایک حدیث ہی تو ہے، بیان فرما دیجئے، آخر انہوں نے بیان کر دی تو کہنے لگے اب چاہے جب موت آ جائے۔

جس امام کی حدیث سے محبت و شیفتگی اس حد تک ہو کہ نسیان حدیث پر وہ اس قدر آزردہ اور ملولِ خاطر ہو جائیں' اخذ حدیث جن کی زندگی کی آخری خواہش و تمنا ہو' حدث پڑھنا جن کے لیے بمنزلہ اکسیر اور دوائے نافع ہو...... بھلا کوئی صاحب انصاف ان کے قول کا دوسرا مطلب لے سکتا ہے؟ اور فی الواقع اوپر والی تفصیل کو سامنے رکھ کر ان کے فرمان کو کوئی غلط پہناوا پہنایا جا سکتا ہے؟ (از مرتب)

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی صحیح توجیہہ

آپ کا ایک قول ہے کہ کاش میں حدیث کے فن میں داخل ہی نہ ہوتا۔ کاش میں اس بارے میں برابر چھوٹوں' نہ تو مجھ پر بوجھ ہو نہ ہی مجھے اجر ملے۔ ایک اور روایت میں بھی اس افسردگی کا ذکر ملتا ہے۔

مصنف رسالہ ہٰذا فرماتے ہیں' امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی صحیح اور مناسب حال توجیہہ یہ ہے کہ امام خوفِ آخرت سے لرزہ براندام تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو میں حق حدیث ادا نہ کرسکوں نیز احادیث پر پورا پورا عمل نہ کرسکوں اور یہ حدیث کا پڑھنا پڑھانا میرے لئے باعث عذاب بن جائے۔

اس کی تائید میں ایک واقعہ باصرہ نواز کیجیے۔ ایک مرتبہ بشر بن حارث اصحابِ حدیث کی بھیڑ دیکھ کر فرماتے ہیں' آخر تم نے یہ کیا کر رکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں' حضرت ہم علم سیکھ رہے ہیں' شاید آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں نفع پہنچائے۔ فرمایا سنو! اور خوب ذہن نشین کرلو! جس طرح دو سو درہم میں پانچ درہم زکوٰۃ نکالنی فرض ہے' اسی طرح دو سو احادیث سن کر پانچ پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر عمل نہ کیا تو دیکھنا کل یہ احادیث تمہارے خلاف حجت ہوں گی۔

(تمام احادیث پر ہی عمل کرنا چاہیے اور یہی مطلوب ہے' امام موصوف کا انداز تمثیلیہ ہے کہ اور کچھ نہیں تو پڑھنے پڑھانے کی زکوٰۃ تو ادا کرو' بصورت دیگر صبح سے لے کر شام تک یہ شغل "طوطے کی رٹ" سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ (از مرتب)

امام شعبی رحمہ اللہ سے بھی امام سفیان رحمہ اللہ کی طرح قول مروی ہے۔ اور انہوں بھی یہ اسی خوف و اندیشہ کی بنا پر فرمایا کہ کہیں حقِ حدیث ادا ہونے سے رہ نہ جائے۔

امام شعبہ رحمہ اللہ تو فرماتے تھے:

میں اپنے اعمال میں سے جتنا حدیث کے معاملے میں پریشان اور مضطرب ہوں' کسی اور چیز سے نہیں۔ ایسا نہ ہو' یہ میرے لیے جہنم میں جانے کا باعث ہو جائے۔

ابن عون رحمہ اللہ بھی فرمایا کرتے تھے' کاش! میں اس سے (حدیث) بلا عذاب و ثواب ہی چھوٹ جاؤں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو جس قدر علم میں بڑھتا ہے' وہ اسی قدر تکلیف میں زیادہ ہوتا ہے (یعنی عمل کے تقاضے بڑھ جاتے ہیں) میں تو اگر علم سیکھتا ہی نہ تو میرے لیے آسانی ہو جاتی۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ قول بھی ہے کہ کاش! میرے سینے میں سے جملہ احادیث اور جن جن لوگوں نے مجھ سے اخذ حدیث کیا ہے' ان سب کے سینوں میں سے تمام حدیثیں چھن جائیں۔

یعنی علم و واقفیت تھوڑی ہوتی اور قلیل عمل سے ہی جان چھوٹ جاتی' ظاہر اسلام پہ عمل نجات کے لیے کافی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جتنا علم کثیر اتنی باز پرس زیادہ۔ (از مرتب)

معانی ابن عمان امام صاحب کے مندرجہ صدر تاثرات سن کر عرض کرتے ہیں' اے ابوعبداللہ! حدیث ہی تو صحیح علم اور ظاہر سنت ہے' جسے آپ نے خود حاصل کیا اور پھر ایک خلق کثیر نے آپ سے اخذ فیض کیا تو پھر آپ کو اس گنج گراں بہا کا اپنے اور ان کے سینے سے محو ہو جانا کیسے پسند ہے؟ فرمایا خاموش رہو' تمہیں کیا خبر' روزِ قیامت مجھے کھڑا ہو کر اپنی ہر ہر مجلس کا جواب دہ ہونا ہے' مجھ سے پوچھا جائے گا' اس حدیث کے بیان کرنے سے تمہاری کیا غرض تھی؟ اور اس کے بیان سے کیا ارادہ و مقصد تھا؟

امام سفیان رحمہ اللہ کے اس جواب سے مدعا خوب واضح اور مراد صاف نکھر جاتی ہے

کہ دراصل انہیں اپنے نفس پر خوف تھا' حدیث کے پھیلاؤ میں پوری تندہی اور جانفشانی کے باوجود وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاید کوئی جھول اور کمی نہ رہ جائے' جو روز قیامت مواخذہ کا سبب بنے۔ اسی واسطے اس قسم کی باتیں ان کے نوک زبان آ گئیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام سفیان رحمہ اللہ کے اس ڈر و خوف اور اس تمنا و خواہش (کہ کاش میں اس فن میں داخل ہی نہ ہوتا) کی وجہ اسناد کی محبت اور روایت میں شہرت کا جنون تھا' یہ جذبہ ان کے حواس پر اس حد تک مستولی تھا کہ وہ ضعیف راویوں اور ایسے افراد تک سے اخذ حدیث کر لیتے' جن کا شمار زمرۂ محدثین میں ہی نہ ہوتا تھا بلکہ بسا اوقات ایسا بھی کر جاتے کہ ان میں سے جو کوئی نام سے مشہور ہوتا' اس کا نام چھوڑ کر کنیت بیان کر دیتے تاکہ اس کی روایت میں قدرے پوشیدگی اور اخفاء ہو جائے (جس کو اصطلاح حدیث میں ''تدلیس'' کہتے ہیں)۔

اس وجہ سے انہیں ڈر تھا کہ کہیں عالم الغیب کے ہاں پکڑ نہ ہو کیونکہ ایسے ضعیف رواۃ سے روایت کرنا ائمہ حدیث اور علمائے حق کے ہاں سخت قبیح ہے۔

امام یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام سفیان رحمہ اللہ پر کثرت حدیث کی خواہش غالب آ گئی تھی اور مجھے اس کے علاوہ ان پر کوئی اندیشہ نہیں۔

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں' فرماتے ہیں' ہم دیکھتے تھے کہ امام سفیان رحمہ اللہ پر اس قدر خشوع و خضوع طاری ہوتا اور توجہ و ابتہال کا یہ عالم ہوتا گویا وہ میدان حساب میں کھڑے ہیں' ہماری کیا مجال کہ ان سے کوئی بات ہی کر سکیں مگر جونہی ہم حدیث کا ذکر چھیڑتے' ان کی وہ کیفیت جاتی رہتی۔ بس اب کیا ہوتا؟ حَدَّثَنَا' حَدَّثَنَا کہنا شروع کر دیتے اور بکثرت حدیثیں بیان کرتے۔

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی' نیکی اور تقویٰ و طہارت میں تو کلام نہیں ہاں البتہ ایک بات ان میں تھی کہ ہر کس و ناکس سے حدیث قبول کر لیتے تھے۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر سے امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی وجہ دریافت کی گئی کہ وہ کیوں کہتے ہیں'' مجھے اپنے نفس پر سوائے حدیث کی روایت کے اور کوئی خوف نہیں؟ تو جواب دیتے ہیں' انہوں نے ضعیف راویوں سے حدیثیں لے کر بیان کی تھیں اب ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔

امام مغیرہ بن مقسم ضبی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تاثر کا سیاق وسباق

آپ فرماتے ہیں' علم حدیث پہلے بہترین اور عمدہ لوگ سیکھا کرتے تھے لیکن اب تو برے اور ناشائستہ لوگوں نے اس فن کو اپنی جولانگاہ بنا لیا ہے۔ اگر مجھے اس پریشان کن صورتحال کا اس سے قبل ادراک ہو جاتا تو میں حدیثیں بیان ہی نہ کرتا۔

امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ اس تاثر کی وضاحت و تبیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں' بات یہ ہے کہ طالب علم کئی طرح کے ہوتے ہیں کچھ صرف حدیثیں لکھنے اور نام و نمود کی غرض سے محفل میں آ بیٹھتے ہیں' محدث کی صحبت کا فیض نہیں اٹھاتے اور نہ ہی اس کے شب و روز کے معمولات اور اخلاق و عادات سے انہیں کوئی واقفیت ہی ہوتی ہے۔

ممکن ہے' مغیرہ نے بعض اسی قماش کے لوگوں کو دیکھا ہو اور ان کی بے ادبیوں اور عادتوں سے کبیدہ ہو کر یہ فرما دیا ہو' سچ تو یہ ہے کہ ایسے سست لوگ تقریباً ہر علمی مجلس میں پائے جاتے ہیں' اس کا یہ مطلب نہیں کہ خیر و صلاح' اور زیور اخلاق سے آراستہ افراد سرے سے ہیں ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے حدیث کا ادب و احترام' اساتذہ کا پاس و لحاظ اور علم پر عمل کرنے والا بنائے۔ (آمین!)

اس توضیح کے بعد اب کسی الجھن کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے اور نہ ہی محدثین پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی موقع۔ (از مرتب)

امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ایسے ہی لوگوں کی چھچھوری حرکتوں کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: ''تمہیں ابھی تربیت اور ادب و عمل کی بہت ضرورت ہے''۔

سیدنا عبید اللہ عمر رحمۃ اللہ علیہ نے جب ایسے ہی لوگوں کا بے ہنگم رش دیکھا تو فرمایا' تم نے علم کو پارہ پارہ کر دیا ہے' علم کی رونق گھٹا دی ہے اور اس کے وقار کو پامال کر دیا ہے۔ اگر ہمیں اور تمہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پا لیتے تو سخت سزا دیتے۔

دو توجہ طلب اعتراض اور ان کا شافی جواب

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر علم حدیث میں بھی بھلائی کا پہلو ہوتا تو جس طرح دیگر بھلائیاں' امور خیر اور اخلاقی اقدار نقص و کمی کا شکار ہیں' یہ بھی کم ہوتا۔ نیز آپ کا قول ہے کہ تمام بھلائیاں گھٹتی جا رہی ہیں مگر یہ حدیث کی روایت بڑھتی جا رہی ہے۔ میرا گمان ہے اگر یہ بھی بھلائی ہوتی تو ضرور گھٹتی۔

بعض لوگوں نے اس مضمون کو شعروں میں بھی ادا کیا ہے۔

شاعر کہتا ہے:

''میں دیکھتا ہوں' دنیا میں ہر بھلائی زوال پذیر ہے اور گھٹ رہی ہے' لیکن حدیث بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر یہ بھی بھلائی ہوتی تو اس کا حال بھی دیگر بھلائیوں سے مختلف نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے' حدیث کی راہ کا شیطان بڑا سرکش اور منہ زور ہے۔ ابن معین لوگوں پر جرح تو کرتے ہیں مگر کیا اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انہیں مولیٰ کے حضور جواب دہ ہونا ہے؟ بالفرض اگر جرح سچ بھی ہو تو بھی غیبت کے حکم میں ہے اور اگر جھوٹ ہے پھر تو حساب بڑا سخت ہے''۔

امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' چونکہ ہم اس قسم کے جمیع اعتراضات (جو حدیث یا

اخذین حدیث پر ہیں) کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب ''کفایۃ'' میں لے چکے ہیں' بایں وجہ یہاں تطویل واطناب سے بچتے ہوئے' نفس مضمون کو پورا کرنے کی غرض سے چند باتیں حوالہ قرطاس کی جاتی ہیں۔

امام سفیان رحمہ اللہ اور شاعر کے کلام میں ایک بات تو مشترک ہے ''کہ حدیث میں اگر خیر و بھلائی کا پہلو ہوتا تو یہ بھی دیگر اخلاقی قدروں کی طرح قلت پذیر ہوتی' نہ کہ روز افزوں''۔

آیئے! سب سے پہلے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں۔

امام سفیان رحمہ اللہ اور شاعر کی گفتگو کے پہلے حصہ سے مراد غریب اور منکر روایات ہیں نہ کہ صحیح احادیث' اس لیے کہ شاذ اور منکر روایات ہی بکثرت پائی جاتی ہیں۔

نہ صرف یہ کہ امام سفیان رحمہ اللہ اس قسم کی مرویات کو بیان کرنے میں خیر و برکت نہیں جانتے تھے جو ثقہ اور عادل لوگوں کی روایت کے خلاف ہوں بلکہ بزرگان سلف' فقہائے امت اور دبستان حدیث سے خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہر شخص ان سے برأت اور لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے نقل و روایت سے روکتا ہے۔

یاد رہے! اسی قسم کے اقوال کچھ دیگر اکابر سے بھی مروی ہیں۔ انہوں نے بھی اس میں مشغول ہونا عبث' تضیع اوقات اور مکروہ بتایا ہے مثلاً امام ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھئی اسلاف غریب کلام اور غریب حدیثوں کو مکروہ جانتے تھے۔

ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے تھے:

غریب حدیثیں بیان نہ کرو' جنہیں سمجھدار' محتاط' ثقہ اور تقویٰ و طہارت والے علماء نے چھوڑ دیا ہے' ورنہ آخرش کذاب کہلاؤ گے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

انتہائی تاسف اور آزردگی کے ساتھ فرمایا کرتے تھے'' ان بے سمجھ اور ناہنجار لوگوں کو دیکھو حدیث تو چھوڑ دی اور غریب روایتوں کے پیچھے پڑ گئے''۔

امام سفیان رحمہ اللہ کے قول کو صحیح احادیث اور معروف سنن پر محمول کرنا صریحاً انصاف کا خون کرنا اور اپنے شجرۂ ضلالت کا ثبوت دینا ہے۔ اس قسم کی توقع تو صرف اس مریض آدمی سے ہی ہو سکتی ہے، جس کے دل و دماغ میں احادیث نبویہ اور فرامین پیغمبر کی بابت ردی شکوک وشبہات اور واہی اعتراضات ہوں۔ بھلا اتنے بڑے امام کی نسبت کوئی شریف آدمی یہ گمان کیونکر کر سکتا ہے؟

پھر بالخصوص اس وقت جب امام موصوف رحمہ اللہ سے سنت کے دفاع اور حدیث کے اخذ و تحصیل کے حوالہ سے سنہری اور گراں قدر اقوال بھی مروی ہیں مثلاً:

❶ امام سفیان رحمہ اللہ حدیث کو مسلمان کا زیور اور ہتھیار بتلاتے ہیں۔

❷ ایک مقام پر فرماتے ہیں: آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو حدیث ضرور پڑھائے خواہ اس سلسلہ میں اسے زدوکوب اور مار پیٹ تک ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

❸ ایک نشست میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کو پانا ہو تو اس کے لیے حدیث شریف کے علاوہ اور کوئی نسخہ کارگر نہیں، یہی سب سے افضل ذریعہ ہے۔
کسی نے کہا حضرت، پڑھنے والوں کی نیت ہی نہیں ہوتی۔ تو آپ نے فرمایا: ''پڑھنا ہی نیت ہے''۔

❹ بلکہ آپ تمام اعمال سے افضل نیک نیتی کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا بتاتے۔

❺ کبھی کبھی حدیث بیان کر کے فرماتے: لوگو! تمہارے لیے ایک ایک حدیث عسقلان اور صور کی بادشاہت سے زیادہ بہتر ہے۔

❻ اپنی محفل حدیث میں حدیثیں بیان کرتے اور جھوم جھوم جاتے، پھر وارفتگی کے عالم میں فرماتے الحمد للہ نہریں بہہ نکلیں اور چشمے جاری ہو گئے۔

اب دوسری بات کا سراغ لگاتے ہیں، جو شاعر کی کلام کا انتہائی حصہ ہے، دیکھتے ہیں وہ کہاں تک درست ہے۔

علامہ مصنف حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شاعر کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ علمائے کرام کا راویان حدیث پر جرح کرنا غیبت نہیں بلکہ دراصل یہ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے بلکہ اس جرح کے ظاہر کرنے میں تو بڑا ثواب ہے کہ اس میں دین کی حفاظت و صیانت ہے' اس کو ظاہر کرنا فرض اور چھپانا حرام ہے۔

امام شعبہ' سفیان بن سعید' سفیان بن عیینہ اور امام مالک رحمہم اللہ سے پوچھا جاتا کہ اگر کسی شخص کے حافظہ میں نقصان ہے یا اس پر حدیث میں کوئی تہمت ہے تو کیا اسے ظاہر کرنا چاہیے؟

سب بزرگوں نے بالاتفاق فرمایا کہ اسے ضرور ظاہر کر دو۔ امام ابو مسہر رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ اگر حدیث کا کوئی راوی غلطی کرنے والا ہو یا اس پر جھوٹ کا خیال ہو یا ہیر پھیر کا اندیشہ ہو تو کیا اس کی اس پوزیشن کو واضح کر دیا جائے؟

کہا ہاں ضرور کر دو' پوچھا گیا' پھر کیا یہ غیبت تو نہ ہوگی؟ فرمایا ہرگز نہیں!

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایسے ہی قول کا صحیح مطلب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ روایت حدیث میں زیادتی کرنے والے اکثر مراد نہیں پاتے۔

عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم تو کہا کرتے تھے کہ روایت حدیث کی کثرت بھی ایک قسم کا جنون ہے۔

امام طنافسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ قول بالکل سچ ہے۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادتی روایت کے بارے میں اسی طرح کا ایک قول محفوظ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارا خیال تھا یہ بہت اچھی چیز ہے مگر یہ تو بری چیز ثابت ہوئی۔



توضیح: ان دونوں بزرگوں کے کلام کا مطلب بھی وہی ہے جو امام سفیان رحمہ اللہ کے قول کا تھا یعنی مذمت صرف شاذ روایتوں کی ہے۔

امام مالک اور امام ابن ادریس رحمہما اللہ غریب اور منکر روایات کی بکثرت سندیں طلب کرنے کی حوصلہ شکنی فرما رہے ہیں' جیسے طائر والی' خود والی' جمعہ کے غسل والی' علم کے اٹھ جانے کی خبر والی' درجات والوں کے بیان والی' نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے کی مذمت والی' بغیر نکاح نہ ہونے والی اور ایسی ہی دیگر احادیث جن کی اسناد کے پیچھے لوگ پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان کی صحیح سندیں بہت ہی کم ہوتی ہیں اور یہ کام اکثر نوعمر مبتدیوں کا ہے۔ وہ لوگ صرف ان سندوں کو حفظ کرنا اور ان روایتوں کو آپس میں بیٹھ کر بیان کرنا ہی جانتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جنہیں ایک حدیث تک یاد نہیں ہوتی اور فن حدیث سے بالکل کورے ہوتے ہیں' ان کا مبلغ علم صرف غریب حدیثوں کے مختلف طریق اور عجیب اسناد تک محدود ہے' جن کی اکثریت موضوع اور خود ساختہ روایات پر مبنی ہے جن میں کوئی خیر نہیں۔ یہ لوگ اپنی عمر کا ایک حصہ اور زندگی کے قیمتی اوقات اسی میں کھپا دیتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے کے اکثر طالب علم نہ تو حدیثوں کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں موجود احکام و مسائل ہی سے شدھ بدھ رکھتے ہیں' غرض استنباط و اجتہاد سے یکسر محروم ہیں بلکہ ہمارے دور کے بڑے بڑے مدعیان تفقہ کا بھی یہی حال ہے' محدثین سے سماع اور ان کی بہار آفریں محفلوں میں بیٹھنا انہیں نصیب ہی نہیں' ہر وقت متکلمین و فلاسفہ کی تصنیفات میں لگے رہتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دونوں جماعتوں نے اپنے فائدہ کی چیز کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور بیکار و فضول کی دُھن میں لگ گئے ہیں۔

امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کو امام ابو ثور رحمہ اللہ ایک خط میں لکھتے ہیں' آپ کے شاگرد علم حدیث میں خوب ماہر رہے لیکن اب تو ان کی ساری محنت اس کام میں صرف

ہو رہی ہے کہ ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ'' والی حدیث کی کتنی اسناد ہیں۔ اس کے پیچھے پڑ جانے کی وجہ سے دوسرے لوگ ان پر غالب آ گئے ہیں۔

امام سلیمان بن مہران اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کا صحیح مفہوم

① اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک روٹی کا ایک ٹکڑا خیرات کر دینا' ستر حدیثیں بیان کرنے سے افضل ہے۔

② ایک مرتبہ آپ سے کہا گیا کہ حدیث سنائیے۔ تو فرمایا ایک ہڈی یا ایک چپاتی اللہ کی راہ میں دے دینا' میرے نزدیک دس حدیثیں سنانے سے افضل ہے۔

③ یہ قول بھی انہی کا ہے کہ ''دنیا میں اس قوم سے بری کوئی قوم نہیں''۔

④ اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر میرے پاس کتے ہوتے تو میں ان لوگوں پر چھوڑ دیتا۔

توضیح: علامہ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رسالہ ھذا) فرماتے ہیں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ خوش اخلاق نہ تھے بلکہ تنگ مزاج' اکھڑ طبیعت اور درشت تھے' بات بات پر بگڑ جاتے اور سخت گوئی کرتے' حدیثیں بیان کرنے میں ان کی طبیعت میں بخل سا تھا' روایت کرنے میں ذرا تنگ دل واقع ہوئے تھے...... ان کی یہ باتیں اہل علم میں مشہور ہیں گرانی طبیعت کے چند واقعات۔

1 ایک مرتبہ رقبہ بن مصقلہ اُن کے پاس کچھ پوچھنے کی غرض سے آتے ہیں' رقبہ کے سوال کرتے ہی امام صاحب منہ چڑھا لیتے ہیں اور مارے غصے کے ان کا برا حال ہو جاتا ہے' رقبہ بھی طیش میں آ کر فرماتے ہیں اللہ کی قسم! آپ کی تو ہر وقت تیوریاں ہی چڑھی رہتی ہیں' بہت جلد دل بھاری کر لیا کرتے ہو' آنے جانے والے کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں' ادھر کسی نے سوال کیا ادھر تمہارا پارہ چڑھا۔

2 عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' ہم ایک مرتبہ ایک جنازے کے ہمراہ جا رہے

تھے' ایک حدیث کا طالب علم امام اعمش رحمہ اللہ کا ہاتھ تھامے آ رہا تھا۔ لوٹتے وقت انہیں راستے سے ہٹا کر دور لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا اے ابو محمد! جانتے ہو اس وقت تم کہاں ہو؟ اس وقت تم فلاں جگہ ہو اب میں اس وقت تک تمہیں گھر نہیں جانے دوں گا جب تک اتنی حدیثیں مجھے نہ سنا دو' جتنی میری ان تختیوں میں سما سکیں' مجبوراً انہیں کہنا پڑا کہ اچھا لکھو۔ جب اس نے تختیاں لکھ لیں تو ان کو بحفاظت پکڑ لیا اور ان کا ہاتھ تھامے خراماں خراماں باہمی دلچسپی کے امور کی باتیں کرتا ہوا چلتا رہا' تا آنکہ کوفہ میں داخل ہو گئے تو اس طالب علم نے اپنی تختیاں انتہائی چابکدستی سے نظر بچا کر اپنی جان پہچان والے ایک آدمی کو دے دیں۔ جب امام اعمش رحمہ اللہ کا گھر آیا' تو انہوں نے اسے پکڑ لیا اور لوگوں سے کہا اس نالائق سے تختیاں چھین لو' اس نے کہا' ابو محمد وہ تختیاں تو اپنے مقام پر پہنچ گئیں۔ جب انہیں بالکل ناامیدی ہو چکی تو کہنے لگے' میں نے اس وقت جتنی حدیثیں تم سے بیان کی ہیں' سب جھوٹ ہیں' اس نوجوان نے کہا مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ تو محض آپ کی دھمکی ہے' بھلا آپ جیسا خدا ترس آدمی جھوٹ بول سکتا ہے؟

۳ امام اعمش رحمہ اللہ کی یبوست اور خشک مزاجی کا تذکرہ تو ہو چکا ہے۔ ایک واقعہ مزید سنتے جائیے' اعمش رحمہ اللہ کسی کو قریب پھٹکنے نہیں دیتے تھے' اگر کوئی بیٹھ جاتا تو بات چیت موقوف کر دیتے لیکن ایک صاحب تھے' جو اعمش رحمہ اللہ کو تنگ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چپکے سے آ کر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے' امام اعمش رحمہ اللہ بھی سمجھ گئے کہ آج پہلو میں کوئی بیٹھا ہے تو بار بار اس طرف تھوک اور کھنکار ڈالنے لگے' مگر وہ غریب چپ سادھے بیٹھا رہا کہ اگر انہیں پوری طرح یقین ہو گیا تو ابھی حدیث بیان کرنا چھوڑ دیں گے۔

۴ ایک مرتبہ حفص بن غیاث نے ایک حدیث کی سند امام اعمش رحمہ اللہ سے پوچھی تو

اس کی گردن پکڑ کر دیوار سے دے ماری اور کہا یہ سند ہے اس کی۔

۵ جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں' ہم اعمش کے پاس جاتے تو ان کا کتا ہمیں بڑی ایذا دیتا تھا' جب وہ مرگیا' تو پھر ہماری بھیڑ لگنے لگی تو رو کر فرمانے لگے' بھلائی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا مرگیا۔

امام اعمش رحمہ اللہ کے ایسے واقعات بکثرت ہیں لیکن باجود اس بے رخی اور بے اعتنائی کے وہ حدیث میں ثقہ اور روایت میں عادل تھے۔ حدیثیں سن کر ضبط کر لینے والے اور قوی الحافظ تھے۔ اسی وجہ سے لوگ لمبی لمبی مسافتیں طے کر کے دور دراز سے ان کے پاس آتے تھے اور حدیث سننے کے لیے ایک بھیڑ لگ جاتی تھی تو بسا اوقات یوں ہوتا کہ وہ حدیث بیان کرنے سے انکار کر دیتے' اب تلامذہ کی طرف سے اصرار ہوتا تو بگڑ بیٹھتے اور پھر ان کی مذمت اور برائی کرتے لیکن جب غصہ فرو ہو جاتا اور جوش ٹھنڈا پڑ جاتا تو غضب کو صلح سے اور مذمت کو مدح وثنا سے بدل ڈالتے۔

آپ کا قول ہے کہ جب میں کسی شیخ کو دیکھتا ہوں کہ وہ حدیث نہیں لکھتا بلکہ یوں ہی بیٹھا ہے تو مجھے سخت غصہ آتا ہے اور حیرت ہوتی ہے۔

اسی طرح جب میں کسی طالب علم کو دیکھتا ہوں کہ وہ حدیث کا شائق نہیں' اس میں حدیث کی جستجو اور طلب کم ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اسے سخت سزا دوں اور جوتیاں لگاؤں۔

فرماتے ہیں اگر میں بقال (ترکاری فروش) ہوتا تو تمہارا دور دور رہنا ٹھیک تھا مگر اب..... یاد رکھو! اگر یہ حدیثیں نہ ہوتیں تو ہم میں اور بقال میں کوئی فرق نہ تھا۔

امام صاحب کا اپنا حال یہ تھا کہ مرتے دم تک علم حدیث کی طلب میں رہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جب غصہ میں ہوتے تب تو فرما دیتے کہ اے اہل حدیثو! میں تم سے حدیث بیان کروں گا' نہ تمہاری عزت افزائی کروں گا اور نہ ہی تم اس کے لائق ہو۔ اگر تم پر حدیث کا کچھ اثر ہوتا تو میں دیکھتا' یہاں تک تو ان کی جلالی کیفیت کا

تذکرہ ہے مگر جب جمالی کیفیت میں ہوتے تو فرماتے ہاں لو حدیثیں سناتا ہوں' تم سے بڑھ کر عزت واحترام اور وقار واجلال کا کوئی مستحق نہیں' تم تو ہو ہی تھوڑے' خدا کی قسم تو عوام الناس میں پانسے کے سونے (خالص سورخ سونا) کا حکم رکھتے ہو۔

امام ابوبکر بن عیاشؒ کی درشت مزاجی اور نرم روی کا تذکرہ

امام صاحب جب غصے میں ہوتے تو کہہ دیتے' اصحاب الحدیث بہت برے لوگ ہیں' یہ تو مجنون ہیں: الغرض بہت کوستے۔ پھر جب غصہ چلا جاتا تو تھوڑی دیر بعد ہی کہنے لگتے' اصحاب الحدیث سب لوگوں سے زیادہ بھلے' عمدہ اور راست باز ہیں' یہ تو معاشرے کا مکھن ہیں' وغیرہ۔ یعنی ان کی تعریف میں خوب رطب اللسان ہو جاتے۔

ایک دفعہ ابن عمار نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت یہ کیا ہے؟ چند ساعتوں پہلے آپ ان کی مذمت کر رہے تھے اور اب تعریف و مدحت میں آسمان و زمین کے قلابے ملا رہے ہیں۔ فرمایا دیکھو تو میں انہیں بھلا کیوں نہ کہوں۔ یہ لوگ ایک سماعت شدہ حدیث کو مجھ سے خاص میری زبان سے سننے کے لیے آتے ہیں' میری ڈانٹ ڈپٹ سب کچھ سہتے ہیں' اگر یہ چاہیں تو بغیر مجھ سے سنے میرا نام لے کہ بیان کر سکتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر بن عیاش نے یہ حدیث بیان کی۔ لیکن یہ ان کی کمال دیانت داری ہے کہ بغیر سنے ہرگز روایت نہیں کرتے۔

محمد بن ہشام عیشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

جب ہم آپ کے پاس جاتے اور آپ خوش وخرم ہوتے طبیعت میں تازگی و نشاط ہوتا تو ہمیں دیکھتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا' خوشی سے چہک جاتے اور مارے فرحت انبساط اور سرور ومستی کے بلند آواز سے فرماتے' روئے زمین پر تم سے بہتر کوئی شخص نہیں' تمہاری وجہ سے سنت رسول زندہ ہے' تم حق وصدات کی نشانی ہو...... مگر جب ہم ان کی ناراضگی کے وقت آتے' تو ہمیں برا بھلا کہنے لگ جاتے' کہتے' ان سے برا دنیا

میں کوئی نہیں، یہ ماں باپ کے نافرمان اور نماز باجماعت میں تساہل کرنے والے ہیں...... اس کے باوجود حدیث بیان کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے۔

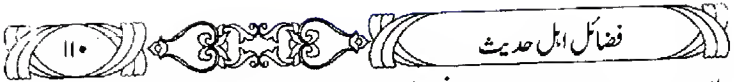
احمد بن ابو الحراری:

ایک لمبی مسافت طے کر کے کوفہ میں ان سے ملتے ہیں، عرض کرتے ہیں، میں پردیسی شخص ہوں، ایک آدھ حدیث مجھے بھی سنا دیجئے تو جواب دیتے ہیں شہری لوگ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

امام صاحب فرمایا کرتے تھے، اگر میں یہ جان لوں کہ تم لوگ علم حدیث کو محض دینداری اور خالصةً لوجه الله پڑھتے ہو تو میں اس کو تمہارے گھروں میں جا کر پڑھا آیا کروں، میں کبھی کبھی غصہ میں آ جاتا ہوں، بعدازیں اسے میں خود محسوس کرتا ہوں، سخت افسوس اور ندامت ہوتی ہے، میں دل سے جانتا ہوں کہ تم ہر طرح سے اس پاک اور شریف علم کے اہل ہو، اگر تم بھی اس کا حصول ترک کر دو، تو یہ علم ہی ختم ہو جائے۔

افتادِ طبع کا ایک انوکھا واقعہ

احمد بن بدیل رحمہ اللہ کے ہاں ایک مرتبہ اہل حدیث کا مجمع لگا ہوتا ہے اور وہ خود ہی موضوع بحث ہیں، طلبہ بیان حدیث میں ان کی سختی اور کمی پہ شکوہ سنج ہیں، کچھ دیر نوک جھونک سننے کے بعد گویا ہوتے ہیں کہ بھئی تم نے تو کچھ دیکھا ہی نہیں۔ کاش! تم ابو بکر بن عیاش کو دیکھتے۔ طلبہ نے کہا، حضرت ان کا کیا حال تھا؟ کہا سنو! ایک مرتبہ میں، ابو کریب، یحییٰ بن آدم اور ایک ہاشمی شخص ان کے ہاں گئے، نہایت لجاجت کے ساتھ کہا آپ ہمیں صرف دس حدیثیں سنا دیجئے، کہنے لگے میں تو دو بھی نہ سناؤں گا، ہم منت گزار ہوئے کہ چلو دو ہی سنا دیجئے، کہنے لگے میں تو آدھی بھی نہ سناؤں، ہم نے زاری کی کہ اور کچھ نہیں تو آدھی ہی سنا دیں، تو کہنے لگے، اچھا بتاؤ، سند سناؤں یا متن؟ شیخ یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ نے کہا، حضرت ہمارے نزدیک سند تو آپ خود ہی ہیں، آپ



الفاظ حدیث سے ہی ہماری تواضع فرما دیں' اس پر انہوں نے بلا سند ایک حدیث ہمارے گوش گزار کر دی۔

ایک دوسرے موقع پر ان سے اصرار کیا جاتا ہے کہ حضرت حدیثیں سنائیے' تو صاف انکار کر جاتے ہیں' مانتے ہی نہیں' لوگوں کا اصرار بڑھتا ہے کہ حصول برکت کے لیے ایک ہی سہی' تو فرماتے ہیں اچھا سنو' مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ رحمۃ اللہ کو مٹکا لڑھکاتے ہوئے دیکھا۔

الغرض سارا معاملہ افتاد طبع اور گرانی طبیعت کا ہے' جب طبیعت میں انقباض اور بوجھل پن ہوتا تو ان بزرگوں سے سخت کلامی ہو جاتی مگر جب باغ و بہار مزاج میں ہوتے تو طلبہ کی حد درجہ تکریم کرتے۔ طبیعتیں اور مزاج مولیٰ کریم کے بنائے ہوئے ہیں' انسان کافی حد تک ان میں بے بس اور مجبور ہے' جب تک دونوں حالتوں کا مطالعہ نہ کر لیا جائے کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ مذکورہ واقعہ میں آپ نے ملاحظہ فرما ہی لیا ہے کہ ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی حدیث بیان کرنی منظور نہ تھی اور اصحاب حدیث دِق کر رہے تھے تو جان چھڑانے کی غرض سے ایسی بات کر دی' جس میں کوئی بھلائی ہے نہ سننے والوں کا فائدہ۔

امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا کھلے الفاظ میں فضائل اہل حدیث بیان کرنا

حمزہ بن سعید مروزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

امام ابوبکر بن عیاش نے ایک مرتبہ بڑے جذباتی اور والہانہ انداز میں یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ کے بازو پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے یحییٰ! دنیا میں کوئی قوم اہل حدیث سے افضل نہیں۔

سعید بن یحییٰ بن ازھر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے امام ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ کو فرماتے سنا "میں نے اہل حدیث سے افضل کسی کو نہیں دیکھا' دیکھیں وہ لوگ ایک ایک کلمہ سننے کے لیے میرے پاس کئی کئی مرتبہ آتے ہیں حالانکہ بغیر سنے بھی اگر میرا نام لگا کر روایت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں' کوئی مانع نہیں"۔

ھناد بن سری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

ایک دن امام ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ گھر سے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں طالبین حدیث کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ان کے در دولت پر موجود ہے' دیکھ کر فرمانے لگے یہ بہترین لوگ ہیں' اگر چاہتے تو لوٹ جاتے اور انتظار کی صعوبت برداشت نہ کرتے اور کہہ دیتے ہم نے سنا ہے۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں حدیث اور اہل حدیث کی (جو لوگ حدیث کے حفظ و اشاعت جیسے مقدس فریضہ کے ساتھ مخصوص ہیں) فضیلت بیان کر دی ہے' سننے اور یاد رکھنے والوں کو یہ کتاب کافی ہے اور اس نوع کی دیگر کتب سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

اس کے بعد ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ایک مستقل کتاب اس مضمون پر لکھنے والے ہیں کہ حدیث روایت کرنے والوں اور اسے حفظ کرنے والوں کے اخلاق و آداب کیا ہونے چاہئیں؟ ان پر کیا واجب ہے؟ کیا مستحب ہے؟ اور کیا مکروہ ہے؟

اس لیے کہ کسی اہل حدیث کو ان بیش قیمت معلومات کے بغیر چارہ نہیں۔

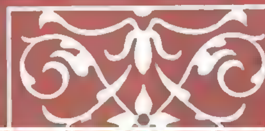
اللہ تعالیٰ سے ہماری استدعا ہے کہ وہ رضا و رغبت کے کاموں پر ہماری مدد فرمائے اور خطا و لغزش سے ہمیں بچائے یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔







فضائل اہلحدیث



مکتبہ ثنائیہ
بلاک ۱۹، سرگودھا 0300-6040271